بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ جل جلالہ

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

من تالیفات صاحبزادہ بشیر احمد من اولاد صاحب مبارک

کربوغہ شریف ضلع کوھاٹ

باہتمام

پیر طریقت، رھبر شریعت، آفتاب ھدایت

حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

اللہ جل جلالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝

نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

من تالیفات صاحبزادہ بشیر احمد من اولاد صاحب مبارک

کربوغہ شریف ضلع کوہاٹ

با نام

پیر طریقت، رہبر شریعت، آفتاب ھدایت

حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

نام کتاب	نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط
نام مولف	حضرت علامہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب
باہتمام	حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی
اشاعت اوّل	اگست ۱۹۸۵ء
اشاعت ثانی	فروری ۲۰۰۸ء
تعداد	ایک ہزار
طباعت	جمیل برادرز 0332-2316945
ناشر	جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن کراچی
ہدیہ	۴۰ روپے

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

الحمد لله رب العٰلمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ مالک یوم الدین ۝
والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل خلقہٖ اجمعین ۝ وعلیٰ اٰلہٖ
وصحابتہٖ وذریتہٖ الطیبین ۝ الطاہرین ۝ اما بعد

حمد صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض یہ ہے کہ کتاب ہذا بلسان اردو نظر قارئین پیش خدمت ہے۔ اگرچہ علماء کرام نے عربی زبان میں مسئلہ اسقاط پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن اردو زبان میں مسئلہ ہذا پر بہت کم لکھا گیا۔ لہذا راقم الحروف نے بزبان اردو برائے سہولت علیٰ من لیس لہٗ حظ من العربیۃ چند صفحات تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ پایۂ اختتام وتکمیل تک پہنچائے۔

آمین ۝ ثم آمین ۝

رسالہ ہذا مختلف کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں سہولت کو مد نظر رکھ کر حتی الوسع اتنا کام کیا کہ قارئین بخوبی سمجھ سکیں۔

اور یہ عاجز اردو زبان میں چنداں استعداد و مہارت یا تجربہ نہیں رکھتا ہے، پس اگر کہیں مخالفت پاویں یا غلطی دیکھیں تو بجائے تنقید کے صحیح محمل تجویز کریں، کیونکہ میں اپنے آپ کو غلطی سے بری نہیں سمجھتا ہوں۔

لغزش اور خطا گویا انسان کے خمیر میں داخل ہے۔ اس لئے امید واثق ہے۔ کہ ناظرین اس ناکارہ کو معذور سمجھتے ہوئے جہاں کہیں رسالہ ہذا میں غلطی دیکھیں تو للہ اصلاح فرماویں یا مطلع فرمائیں

مطالعہ کرنے والے حضرات سے اعتراض وطعن زنی کی توقع نہیں بلکہ عفو وصفح کی آرزو میرا سرمایۂ زندگی ہے۔ خدائے ذوالمنن سے کیا بعید ہے کہ میری اس حقیر سی خدمت کو اس کی بے نیاز جناب میں شرف قبولیت حاصل ہو۔
اور جو حضرات اس سے نفع اٹھائیں اس ناکام وروسیاہ کے لئے دعا فرمائیں کہ مرضاتِ الٰہیہ کی توفیق ہو اور رضاءِ حق نصیب ہو۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم ۔ زاں کہ من بندہ گنہگارم ۔

عرض یہ ہے کہ دورِ حاضر کے علماء نے جس طرح سیدھے سادھے مسلمانوں کو کارِ خیر سے منع کرنے یا روکنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔
اگر یہ عمل انسداد میں نہ آئی تو یقیناً عوام ہر کارِ خیر دریغ کریں گے۔ کیونکہ کئی ایک مسائل میں خلاف تو ضرور ہے۔ لیکن علماء کرام کے لئے مناسب ہے کہ وہ عوام کو ہر مسئلہ کا اصلی طریقہ بتائیں۔ اور جو مفاسد ہیں وہ بھی بتائیں تاکہ عوام ایسے مسائل میں صحیح طریقہ پر عمل کرکے مفاسد سے بچیں اور روکنار ہو جائیں۔
ان مسائل میں ایک مسئلہ اسقاط بھی ہے جو لوگ منع کرتے ہیں وہ عوام کو ان کے وہ پہلو بتارہے ہیں جن سے وہ ممنوع ہے۔ اس طرح وہ عوام کے ذہنوں میں تشویش ڈال دیتے ہیں۔ اور وہ یقیناً مجبور ہو کر اس نیک عمل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ علماء حضرات جو منع کرتے ہیں اور وہ حضرات جو جائز قرار دیتے ہیں اُن کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے فریق سے مخالف ہے۔
زیرآنکہ مثبتین کے نزدیک وہ دور اسقاط جو مفاسد سے خالی "لمواساۃ المیّت لا لاحقاق الباطل وضرر الاحیاء" اور مانعین کے نزدیک

وہ دور اسقاط جو مفاسد و قبائح پر مشتمل ہو۔ مثلاً تقسیم مال یتیم و تقسیم مال بغیر رضاء الورثۃ وغیر ذلک تو مسئلہ حل و بے غبار ہو گیا۔ اور رفع نزاع ہوا۔ بلکہ اگر بقول مانعین اس حیلہ اسقاط سے فدیہ متحقق نہ ہو جائے تو اس کی امر مستحسن و صدقہ نفلی میں کوئی خلاف نہیں حالانکہ صدقہ[1] نفلی سے بہت گناہ زائل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں "

الصدقۃ النفلیۃ ممحاۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار"

قسطلانی شرح صحیح البخاری باب عظۃ النساء ص ۱۹۱

تو عجیب انصاف ہے کہ سیدھے سادھے مسلمانوں پر حیلہ اسقاط کرنے پر بدعت و کفر کی بمباری ہو رہی ہے۔ ہر جگہ سے ان آوازوں کی گونج نکلتی آرہی ہے ہر طرف سے یہی گولیاں آتی ہیں۔ آخر اس کا کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ اس کے متعلق بھی پوچھنا ہوگا۔ ہم انشاء اللہ اسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔

یہ مسئلہ اسقاط بہت مدت سے علماء کرام کے زیر بحث رہا ہے اور مسائل تو ایسے ہیں جن میں اختلاف ضرور ہی ہوتا ہے صحیح طریقہ و صحیح مسلک عوام کو معلوم نہیں ہوتا نہ طرفین کوئی معتدلانہ راہ اختیار کر کے عوام کے ذہن میں صحیح طریقہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور بدگوئی سے فراغت نہیں رہتی۔ جو کہ مذاہب اربعہ میں منع ہے۔

حاشیہ[1]

قولہ صدقہ نفلی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ اگر تم صدقات ظاہر کرو تو اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ رکھو صدقوں کو اور دو انہیں فقیروں کو تو یہ بہت بہتر ہے۔ فافہم

مسلمان کی آبرو خصوصاً عالم کی آبرو شریعت مقدسہ میں کس قدر وقیع ہے اس کا خیال نہیں رہتا ہے کہ قیامت میں بھی اس کی پوچھ ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی آدمی اس کے آداب سے ناواقف ہو تو آداب سکھلائے جائیں۔

کیونکہ اس طرح اگر کوئی فعل بھی خلاف ادب ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے تو شاید کوئی فریضہ اور کوئی عبادت بھی نہ رہنے دیا جائے گا کیونکہ زمانہ حال میں ہر فعل مامور بہ سے اتنے نقائص وابستہ ہیں۔ جنکا شمار نہیں اس لئے ہدایت کی ضرورت ہے نہ کہ یہ کہنے کی۔ کہ بھائی تم چلنا نہیں جانتے یا صحیح نہیں چلتے اس لئے چلنا ہی چھوڑ دو۔ اگر کسی خرابی کی وجہ نفس فعل ہی سے انکار کیا جائے تو عجیب ہدایت و رہنمائی ہے۔ بھائی اس کا علاج تفہیم ہے تکفیر نہیں۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت شریفہ تک حج قوم عرب کا ایسا عام شعار تھا۔ جس کے تمام اصول وارکان پہلے ہی سے موجود تھے اُن کا محل و طریقہ بدل گیا تھا اُن میں بعض مشرکانہ رسوم داخل ہو گئے تھے۔ بانیٔ اسلام علیہ افضل التحیۃ وسلام نے ان مفاسد کی اصلاح کی اور صحیح طریقہ ابراہیمی بتلا دیا۔

اہل عرب قربانی کا خون خانہ کعبہ کے پاک دیواروں پر لگاتے تھے۔ کہ خدا سے تقرب حاصل ہو جائے۔ یہود قربانی کا گوشت جلاتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ یہ دونوں باتیں مٹا دی گئیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی " لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى۔ " ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتا ہے بلکہ اس کو تقویٰ پہنچتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ

قبول کرتا ہے) قریش کے علاوہ تمام لوگ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے
تھے۔ دلیل یہ تھی کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ان کپڑوں میں طواف
جائز نہیں۔ ہاں جن کو قریش کی طرف سے سترِ عورت کے لئے جو کپڑا استعار
ملتا تھا اس سے اپنی ستر پوشی کرتے تھے ورنہ ننگے طواف کرتے تھے اسلام نے
عجیب الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا۔

"خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" الآية

انصار مدینہ جب حج سے واپس لوٹ جاتے تو دروازہ سے داخل نہیں ہوتے
تھے۔ بلکہ پچھواڑے سے کود کر آتے تھے۔ قرآن کریم نے "لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ
تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ
مِنْ اَبْوَابِهَا" سے یہ رسم مٹا دیا۔ بعض لوگ ایام حج میں تجارت کو
ناجائز سمجھتے تھے۔ دلیل یہ تھی کہ یہ تجارت حج کے تقدس و حرمت کے منافی
ہے۔ قرآن کریم نے عجیب الفاظ سے ہدایت فرمایا: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ" اور اسی طرح اشیاء دیگر میں بھی۔
یعنی دین کی طرف بلانے کے لئے کیسے لطیف اور نرم الفاظ میں بلانے کے
طریقے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتا دیئے۔ اسی طرح ہمیں بھی یہی حکم ہے
جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"

اب دور حاضر بعض علماء دین کے متعلق آپ خود سوچیں کہ دین کی عجیب
خدمت کر رہے ہیں کہ تغلیظ کے ہتھیار سے کام لیتے ہیں۔ بس اس کا انجام
یہ ہوا کہ اصل مقصد فوت ہو گیا اور ایک دوسرے کے ساتھ طعن زنی میں
مشغول ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

جان لو کہ حیلہ اسقاط مرکب اضافی ہے ۔ یعنی حیلہ کی اضافت ۔ نسبت ہوا ہے لفظِ اسقاط کو اور مرکب کی تشریح موقوف ہے تشریح اجزاء مرکب پر ۔ کیونکہ مرکب کی معرفت موقوف ہے تعریف اجزاء پر ۔

حیلہ کے معنی یہ ہیں ۔ هِیَ مَا یَتَوَصَّلُ بہ الی مَقصُود بطریق خفی مباح " قسطلانی ، وعینی و فتح الباری ، ترجمہ : حیلہ وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ یعنی سبب سے مقصود وصول ہوتا ہے (یعنی مقصود حاصل ہو جائے) خفیہ مباح طریقے کے ساتھ ۔ تین شروح بخاری میں یہ معنی مذکور ہے ۔

اور علامہ ابن نجیم اشباہ ونظائر میں تحریر کرتے ہیں ۔ " الحِیَل جمع حیلة وھی الحذق فی تدبیر الامور وھی تقلیب الفکر حتی یهتدی الی المقصود " الاشباہ والنظائر الفن الخامس ص ۱۱۱

حیل حیلہ کی جمع ہے ۔ حیلہ کے معنی ہے ہوشیاری و بیداری کرنا امور کے تدابیر میں ۔ اور یہ اس طرح کہ فکر کو پھیر کر حتی کہ مقصود حاصل ہو جائے ۔

والاسقاط مصدر من باب الافعال مجردہ سقط یسقط معناہ اسقاط الصلوٰۃ والصوم ونحوھما عن ذمّة من علیه فمعنی المرکب الاضافی حیلة فی اسقاط ھذہ الامور اولاسقاط ھذہ الامور ." ترجمہ اسقاط مصدر باب افعال سے ہے اس کا مجرّد سَقَطَ یَسْقُطُ ہے اس کی معنی یہ ہے کہ نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائے جن کے ذمہ پر ہو ۔ تو مرکب اضافی کے معنی یہ ہوئے کہ یہ حیلہ ہے اُن اَمروں کے اسقاط میں یا اُن کے اسقاط کے لئے ۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو اب ہم آپ کو نفس حیلہ کے جواز میں از قرآن مجید واز مفسرین حضرات واز حدیث وکلام فقہاء سے ثابت کریں گے

اور حیلہ اسقاط کے بارے میں فقہاء کرام کے جو تصریحات ہیں وہ بیان کریں گے۔

سمجھ لو کہ نفس حیلہ سے انکار کرنا قرآن سے انکار ہے کیونکہ قرآن مجید میں سورۃ یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کا بھائی جس کا نام بنیا مین تھا اپنے پاس رہنے کے لئے بادشاہ کا صاع (پیمانہ) بھائی کے بار یعنی سامان میں خفیہ رکھ کر نداء کی۔ بقولہٖ: اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ اے بارگیر یعنی قافلہ والو! آپ بے شک چوری کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ، اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو حیلہ و تدبیر بتایا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ حیلہ پسند ہوا۔

کیونکہ امتنان و احسان میں ذکر فرمایا۔ اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت کفار نے طلب کیا کہ وہ اُن کے ساتھ اپنے عید کے لئے جائے: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۝ ترجمہ، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں پر نظر ڈالا اور بولا کہ میں بیمار ہوں، یعنی حیلہ و مخرج طلب کیا۔ تاکہ وہ اُن کے ساتھ عید کے لئے نہ جائیں۔ اور خود کو معذور سمجھا۔

الحاصل۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ ذکر کیا اور کچھ انکار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نہ کیا۔ اور اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو ارشاد فرمایا جبکہ اُس نے حلف اُٹھایا کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں تو اپنی بیوی کو سو درے ماروں گا۔ وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ

جوازِ حیلہ میں قرآن مجید و مفسرین حضرات کے تصریحات

صاحب تفسیر مدارک اس کے بارے میں فرماتے ہیں "فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ
وکان ایوب علیه السّلام حلف فی مرضه لیضربن امرأته
مائة جلدة اذا برأ فحلل الله یمینه باھون شئ علیه وعلیھا
لحسن خدمتھا ایّاہ وھذہ الرخصة باقیة ویجب ان یصیب
المضروب کل واحد من المائة والسّبب فی یمینه انھا ابطاءت
علیه ذاھبة فی حاجة فحرج صدرہ وقیل باعت ذوائبھا
برغیفتین وکانتا متعلق ایوب علیه السّلام اذا قام، تفسیر مدارک
صفحہ۱۱۳ ترجمہ: مار و اس پر اور حانث نہ ہو جاؤ اور ایوب علیہ السلام نے
قسم کھائی حالت بیماری میں کہ اپنی عورت کو سو دُرے ماروں گا جب صحیح ہو
جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو حلف سے آسان چیز کے ساتھ حلال و بری کیا
اُن پر یہ مہربانی کی اور اُن کی بیوی پر بھی، کیونکہ وہ اُن کی اچھی خدمت کرتی
تھی۔ اور یہ رخصت باقی ہے لیکن واجب ہے کہ مضروب کو ہر ایک اُن سو
سے پہنچ جائے اور ایوب علیہ السلام کے حلف کی وجہ یہ تھی کہ ایک حاجت
کے لئے اُن کی بیوی چلی گئی تھی لیکن آنے میں کچھ دیری ہوئی تھی تو ایوب علیہ
السلام کا سینہ تنگ ہو گیا تو اسی وجہ سے حلف کیا اور بعض یہ وجہ بیان
کرتے ہیں کہ بیوی نے اپنے دو ذوائب دو روٹیوں کے عوض فروخت کی تھیں
اور ایوب علیہ السلام جب اُٹھتے تھے تو اُن سے سہارا لیتے تھے۔

ضغث کے معنی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں۔ دستہ چوب از خرما یا از حشائش خشک
شدہ بعد رصد باشد انتہیٰ" روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ الضغث وھو الحزمة الصغیرة
من حشیش اور ریحان ترجمہ ضغث گھاس کی چھوٹی گٹھڑی کو یا گل ریحان کے گٹھڑی کو کہتے ہیں"

اور علامہ الوسی حنفی المذہب اس مقام پر بحث کرتے ہیں ! فاضرب بِّہٖ وَلَاتَحْنَثْ فان البر یتحقق بہ، ترجمہ . اس پر مارو اپنی زوجہ کو اور یمین میں حانث نہ ہوجاؤ کیونکہ خلاصی از حلف اس کے ساتھ متحقق و ثابت ہوتا ہے،

ولقد شرع اللہ تعالیٰ رحمۃ علیہ وعلیہا لحسن خد متہا و ھی رخصۃ باقیۃ فی الحدود فی شریعتنا وفی غیرھا ایضًا لکن غیر الحد ویعلم منہا بطریق الاولیٰ فقد اخرج عبد الرزاق الخ وفی احکام القران العظیم للجلال السیوطی عن مجاھد قال کانت ھذہ لایوب خاصۃ وقال الکیا ذھب الشافعی وابوحنیفۃ وزفرالی من فعل ذلک فقد بر فی یمینہ وخالف مالک ورأہ خاصًا بایوب علیہ السلام وقال بعضہم ان الحکم کان عامًا ثم نسخ والصحیح بقاء الحکم الخ وکثیر من الناس استدل بہا علی جواز الحیل وجعلہا اصلًا لصحتہا وعندی ان کل حیلۃ اوجبت ابطال حکمۃ شرعیہ لاتقبل کحیلۃ سقوط الزکاۃ وحیلۃ سقوط الاستبراء وھذا کالتوسط فی المسئلۃ فان من العلماء من یجوز الحیلۃ مطلقًا ومنہم من لایجوز مطلقًا وقد اطال الکلام فی ذلک العلامۃ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

روح المعانی مختصرًا $\frac{۱۹۰}{۲۳}$

ترجمہ . اللہ تعالیٰ نے یہ جائز کیا از روئے رحمت ایوب علیہ السلام پر اور اُن کی بیوی پر کہ وہ اُن کی اچھی خدمت کرتی تھی اور یہ رخصت ہمارے شریعت میں حدود وغیر حدود میں بھی باقی ہے . لیکن غیر حدود بطریق

اولیٰ معلوم ہوتے ہیں۔ عبد الرزاق نے اپنی کتاب میں تخریج کیا الیٰ اٰخرہٖ

احکام قرآن مصنفہ مولانا جلال السیوطی میں مجاہد سے روایت ہے کہ یہ خاص ایوب علیہ السلام کے لئے تھا اور کیا (ایک عالم کا نام ہے) نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ و شافعی و زفر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا مذہب یہی ہے کہ اگر کسی آدمی نے ایسا حلف اٹھایا (یعنی حلف ایوب علیہ السلام کی طرح) اور پھر اس طرح کام کیا۔ تو یمین سے بری ہوگیا۔ اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف کیا کہ اُس نے ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور بعض علماء نے یہی کہا ہے کہ یہ حکم پہلے عام تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم باقی ہے الخ اور بہت سے لوگ حیلوں کے جواز میں اس ایت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ اصل بناتے ہیں حیلہ کے صحت پر لیکن میرے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ جو حیلہ حکمت شرعی کو باطل کرتا ہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ حیلہ برائے سقوطِ زکاۃ یا حیلہ سقوطِ استبراء کے لئے اور ہماری رائے اس مسئلہ میں توسط کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ بعض علماء مطلقاً حیلہ کو جائز قرار کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں ابطال حق ہو اور بعض مطلقاً ناجائز قرار کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں ابن تیمیہؒ نے بہت طویل بحث کی ہے۔ اور علامہ زمخشریؒ تفسیر کشاف میں اسی مقام پر لکھتا ہے۔ "وهذه الرخصة باقية۔ اور یہ رخصت باقی یعنی منسوخ نہیں ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر اسی محل میں لکھتے ہیں۔ فافتاه الله عز وجل ان یاخذ ضغثا وهو الشماخ فيه مائة قضيب فيضربها به ضربة واحدة وقد برت يمينه وخرج حنثه ووفى بنذره وهذا من الفرج والمخرج لمن اتقى الله

تعالیٰ واناب الیہ الخ واستدل کثیر من الفقہاء بہذہ الآیۃ الکریمۃ علیٰ مسائل فی الایمان وغیرہا وقد اخذوہا بمقتضاہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تفسیر ابن کثیر ص۴ ج۴

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ایک ضغث جو بمعنی شراح ہے یعنی ایک شاخ کہ اُس میں سو قضیب ہوں تو اس پر اُس کو (عورت کو) ایک بار مارو تو تم قسم سے بری ہو جاؤ گے اور اُس کے حنث سے نکلو گے اور اپنی نذر پر وفا پاؤ گے اور یہ حیلہ یا اس کے مانند حیلے اُن لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں (یعنی نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے حیلے اور تدابیر تجویز کرتے ہیں) بہت سے فقہاء کرام نے اس آیت کریمہ پر استدلال پکڑا ہے قسموں وغیرہ کے مسائل میں اور اُنہوں نے اپنی مقتضیات میں اس آیت پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے حق صواب بات پر"

علامہ اسمٰعیل حقی الحنفی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں۔

ولقد شرع اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہذہ الرخصۃ رحمۃ علیہ وعلیہا لحسن خدمتہا ایاہ ورضاہ عنہا وہی رخصۃ باقیۃ فی الحدود ویجب ان یصیب المضروب کل واحد من المائۃ اما باطرافہا قائمۃ او باعراضہا مبسوطۃ علیٰ ہیئۃ الضرب ای بشرط ان توجد صورۃ الضرب۔ ویعمل بالحیل الشرعیۃ بالاتفاق۔ روی ان اللیث بن سعد حلف ان یضرب ابا حنیفۃ رح بالسیف ثم ندم من ہذہ المقالۃ وطلب المخرج من یمینہ فقال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ خذ السیف واضربنی بعرضہ فتخرج یمینک کما فی مناقب الامام رضی اللہ عنہ الخ۔ تفسیر روح البیان ص۵۶ ج۸ پ۲۳

وفی تفسیر ابی سعود مثل ھذا لکن الیٰ قولہٖ بشرط ان توجد صورۃ الضرب فقط۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت جائز کیا ایوب علیہ السلام پر از روئے رحمت اور ان کی بیوی پر۔ کیونکہ وہ ایوب علیہ السلام کی اچھی طرح خدمت کرتی تھی اور وہ ان سے راضی تھے۔ اور یہ رخصت حدود میں باقی ہے اور واجب ہے کہ مضروب کو ہر ایک درہ ان تنکوں میں سے پہنچ جائے برابر بات ہے کہ اطراف سے ہو حالتِ قیام میں یا عرض سے ہو حالت بسط میں لیکن صورۃ ضرب پر یعنی اس شرط سے کہ مارنے کی صورت پیدا ہو جائے۔

اتفاق علماء کرام اس پر ہے کہ شرعی حیلوں پر عمل کیا جائے۔ روایت ہے کہ لیث بن سعد نے قسم کھائی کہ میں امام ابو حنیفہ کو تلوار سے ماروں گا پھر اپنے اس قول پر پشیمان و نادِم ہوگیا۔ اور امام صاحب سے اپنے اس قول کا حیلہ طلب کیا تو امام صاحب نے کہا کہ تلوار لے لو اور مجھے اس کے عرض سے مارو۔ پس تم اپنی حلف سے نجات پاؤ گے۔ جیسا کہ امام صاحب کے مناقب میں ذکر ہوا ہے۔

اور تفسیر خازن اسی مقام پر رقمطراز ہیں

حنفی المذہب

فاضرب بہٖ ولا تحنث وکان قد حلف ان یضرب امرأتہ مائۃ سوط الخ وھل ذٰلک لایوب خاصۃ ام لا فیہ قولان احدھما انہ عام وبہ قال ابن عباس وعطاء ابن ابی رباح۔ والثانی انہ خاص بایوبؑ قالہ مجاھد واختلف الفقہاء فیمن حلف ان یضرب عبدہ مائۃ سوط فجمعھا وضربہ بھا ضربۃ واحدۃ فقال مالک واللیث بن سعید واحمدؒ لایبر۔ وقال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ والشافعیؒ اذا ضربہ ضربۃ واحدۃ

فاصابہ کل سوط علی حدۃ فقد بروا احتجوا بعموم ھذہ الآیۃ

تفسیر خازن صـ۴۳ـ ترجمہ ۔ اُس پر مارو اور حانث نہ ہو جاؤ ۔
اُس نے حلف اٹھایا تھا کہ میں اپنی بیوی کو سو دُرّے ماروں گا ۔ آیا یہ
حیلہ ایوّب علیہ السّلام کے لئے خاص تھا ۔ یا نہیں ۔ اس میں دو قول ہیں
ابن عباس رضہ وعطاء بن ابی رباح کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے ۔ دوسرا قول
مجاہد کا ہے ۔ کہ یہ خاص ایوّب علیہ السّلام کے ساتھ ہے ۔ فقہاء کرام نے اختلاف
کیا اُس آدمی کے بارے میں کہ جس نے حلف اٹھایا ۔ کہ میں اپنے غلام کو سو دُرّے
ماروں گا تو اُس نے سو کو جمع کیا اور ایک بار اُسے مارا ۔ امام مالک ولیث بن سعد
واحمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ یمین سے بری نہیں ہوتا اور امام ابو حنیفہ
وشافعی کا یہ مذہب ہے کہ اگر ایک بار مارا اور ہر ایک اُس کو علیحدہ پہنچ گیا ۔ تو قسم
سے بری ہو گیا یعنی خلاصی ہو جائے گی ۔ اُنہوں نے اُس ایت کے عموم پر احتجاج
ودلیل پکڑا ہے ۔ تفسیر خازن

اور علامہ خفاجی نے اس ایت کو مدّ نظر رکھ کر لکھا ہے ۔ زوجتہ لیا
بنت یعقوب وقیل رحمۃ بنت افرائیم بن یوسف ذھبت
فابطأت فحلف ان یضربھا مائۃ ضربۃ فحلل اللہ یمینہ
بذلك وھی رخصۃ باقیۃ فی الحدود فی شریعتنا وغیرھا ۔
ایضًا ۔ لکن غیر الحدود یعلم منھا بالطریق الاولٰی وکون
حکمھا باقیا ھو الصحیح حتی استدلوا بھذہ الآیۃ علی جواز
الحیل وجعلوھا اصلاً لصحتھا الخ حاشیۃ الشھاب الخفاجی
علی البیضاوی صـ۱۷ـ ترجمہ ۔ ایوّب علیہ السّلام کی بیوی جس کا نام
لیا بنت یعقوب تھا اور کسی نے کہا ہے کہ رحمۃ بنت افرائیم بن یوسف تھا ۔

وہ ایک حاجت کے لئے چلی گئی تھی ۔ تو اُن سے سستی و دیری ہو گئی ایوب علیہ السّلام نے حلف اُٹھایا کہ جب میں تندرست ہو جاؤں تو تمہیں سَو دُرّے ماروں گا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یمین سے بری کیا اس چیز پر ۔ اور یہ رخصت باقی ہے حدود ہو یا غیر حدود ہو ، ہمارے شریعت میں ۔ لیکن غیر حدود بطریق اولیٰ معلوم ہوتا ہے ۔ اور حکم کا باقی ہونا صحیح بات ہے ۔ حتیٰ کہ علماء نے حیلوں کے جواز میں اس ایت کو دلیل پکڑا ہے اور حیلہ کے صحت پر اس ایت کو اصل بنایا ہے ۔ حاشیہ الشہاب علی البیضاوی "

والاحادیث فی جواز الحیلۃ

فھی کثیرۃ منھا ما فی مبسوطِ السرخسی روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی قریظۃ فلعلنا امرنا ھم بذلک" فلما قال لہ عمر رضی اللہ عنہ فی ذلک قال علیہ السلام- الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتساب حیلۃ ومخرج من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولما اتاہ رجل واخبرہ انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لا یکلم اخاہ قال لہ طلقھا واحدۃ فاذا انقضت عدتھا فکلم اخاک ثم تزوجھا وھذا تعلیم الحیلۃ والآثار فیہ کثیرۃ ومن تامل احکام الشرع وجد المعاملات کلھا بھذہ الصفۃ الخ وقال فمن کرہ الحیل فی الاحکام فانما یکرہ فی الحقیقۃ احکام الشرع وانما یقع مثل ھذہ الاشیاء من قلۃ التامل ،، مبسوط السرخسی کتاب الحیل الجزء الثلاثون ۔

ترجمہ ۔ پس جواز حیلہ میں بہت سے احادیث وارد ہوئے ہیں ان میں سے بعض

مبسوط السرخسی میں ذکر ہیں۔ روایت ہے کہ یوم احزاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن مسعودؓ سے کچھ کلام کیا بنی قریظہ کے شان میں۔ کہ شاید ہمیں اس پر امر کیا ہوگا۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں پوچھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے (یعنی جنگ میں دھوکہ سے کام ہوتا ہے) اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ طلب کرنا اور گناہ سے جان بچانا تھا کہ کلام کو لفظ "لعل" سے مقید کیا۔

اور جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور بتایا کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاق دینے پر محض اس لئے حلف اٹھایا ہے کہ اپنے بھائی سے نہیں بولوں گا (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حلف کا حیلہ طلب کرنا تھا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو (عورت کو) ایک طلاق دیدو جب اس کی عدت گزر جائے (یعنی تین حیض کامل گزر جائیں) تو اپنے بھائی سے بات چیت کرو۔ پھر اس کے ساتھ (اپنی عورت سے) نکاح کرو۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حیلہ تھا۔

حضرت امام شمس الدین سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیلہ کے جواز میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں اور جو کوئی احکام شرع میں تامل وفکر کرے تو معاملات میں ہر معاملہ اسی صفت کے ساتھ پائے گا الخ۔ اور سرخسیؒ فرماتے ہیں، کہ جو کوئی احکام میں حیلوں کو مکروہ و غیر مستحسن سمجھتا ہے تو وہ درحقیقت احکام شرع کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور اس طرح کی چیزیں (یعنی حیلوں کو مکروہ ماننا) قلت تامل سے واقع ہوتے ہیں۔

وایضاً فی المشکوٰۃ

روی عن ابی سعید وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما انّ رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وسلّم استعمل رجلاً علیٰ خیبر فجاءہ بتمر جنیب فقال أکلُ تمر خیبر ھکذا قال لا واللہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انا لنأخذ الصّاع من ھذا بالصّاعین والصاعین بالثلث۔ فقال لاتفعل۔ بع الجمع بالدّراھم ثمّ ابتع بالدّراھم جنیبًا وقال فی المیزان مثل ذٰلك۔ متّفق علیہ،

ترجمہ۔ حضرت ابی سعید وابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ بنی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک آدمی خیبر پر عامل بنایا۔ تو اُس نے عمدہ کھجوریں لائیں خیبر سے۔ بنی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ قسم بذات خدا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم اس کھجور کے ایک پیمانہ کو دوسرے کھجور کے دو پیمانہ پر لیتے ہیں اور ان کے دو پیمانے تین پیمانوں کے ساتھ۔ بنی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہا کہ ایسا مت کرو بلکہ ردی کھجور کو روپوں پر فروخت کرو پھر اُن روپوں پر اچھی کھجوریں خریدو اور میزان (ناپ تول) کے بارے میں اس طرح گفتگو کیا۔ اور یہ حدیث بخاری ومسلم کا متفق علیہ ہے۔

وایضًا عن ابی سعید قال جاء بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم بتمر برنی فقال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم من این ھذا قال کان عندنا تمر ردی۔ فبعت منہ

قولہ برنی بفتح موحدہ وسکون را ونون برائے نسبت لفظی مثل کرسی قسمے مشہور است از خرما کہ نیک می باشد ۱۲

الصَّاعین بالصَّاع فقال اَوْہٖ عین الرِّبا لا تفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثمّ اشتریه ، متّفق علیه

ترجمہ ۔ ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضؓ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک مشہور قسم کے کھجور لایا ۔ تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لایا ۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ساتھ ردی کھجور تھے اُس کے دو پیمانے سے ہم نے ایک پیمانہ (عمدہ کھجور) خریدے ۔ تو نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ افسوس یہ تو عین ربا ہے ایسا نہ کر ۔ بلکہ جب تو یہ خریدنا چاہتے ہو تو ردی کھجور نقد پر فروخت کرو پھر نقد پر عمدہ کھجور خریدو ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کا متفق علیہ ہے ۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری سراج الاحناف رح لکھتے ہیں ،

وھذا الحدیث کالذی قبله صریح فی جواز الحیلة فی الرّبوا الذی قال به ابوحنیفة والشّافعی رحمهما الله تعالیٰ وبیانه انه صلّی الله علیه وسلّم امره بان یبیع الرّدی بالدّراھم ثمّ یشتری بها الجیّد من غیر ان یفصّل فی امره بین کون الشراء من ذٰلك المشتری او من غیره بل ظاھر السّیاق انه بمافی ذمّته والالبیّنه له الخ

مرقاة شرح مشکوٰة باب الرّبوا صـ ۳۱۰ جـ ۳

ترجمہ ۔ اور یہ حدیث (بھی) پہلی حدیث کیطرح جواز حیلہ ربا میں صریح ہے کہ

قوله اَوْہٖ کلمة یقال عند الشکایة و التوجع ساکنة الواو ومکسورة الهاء وقد تقلب الواو الفا وقد تشدد وتکسر وتفتح وتسکن الهاء وقد یحذف الهاء کذا فی مختصر النهایة ۔

جس کے امام ابو حنیفہ و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ قائل ہیں۔ اور اُس کا بیان یہ ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امر کیا۔ کہ ردی کو روپوں پر فروخت کریں۔ پھر ان پر عمدہ کھجوریں خریدیں۔ اپنے امر میں اس کی تمیز نہیں کیا کہ شرا غواس مشتری سے ہو یا دوسرے سے بلکہ سیاق کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذمہ اس کا بیان نہ تھا ورنہ پھر اس کے متعلق بیان کیا ہوتا۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف باب الربوا۔

اور اسی طرح معاریض حیلوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ جب نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو سلام پھیر کر اپنا ناک پکڑ لے اور وضو کے لئے جائے تاکہ لوگ گمان کریں کہ اس کا ناک بہہ گیا ہے

جوازِ حیل از کتب فقہاءِ کرام

فقہ کی کتابوں میں حیلے کثرت سے وارد ہوئے ہیں شیخ محقق ابن نجیم نے اشباہ ونظائر کی فن خامس کتاب الحیل وضع فرمائی اور عالمگیری میں کتاب الحیل ہے۔ تتارخانیہ اور ذخیرہ میں بھی یعنی صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و نکاح و طلاق و خلع و ایمان و اعتاق و وقف و شرکۃ و ھبۃ و بیع و شراء و مداینات و اجارات و منع الدعوے و شفعۃ و کفالۃ و غیرہ ذلک میں حیلے لکھے ہیں چنانچہ سید احمد بن محمد الحموی الحنفیؒ اشباہ ونظائر کے شرح حموی میں فرماتے ہیں۔

قال فی التاترخانیۃ مذھب علمائنا ان کل حیلۃ یحتال بھا الرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبھۃ فیہ فھی مکروھۃ یعنی تحریمًا وفی العیون وجامع الفتاوی لایسعہ ذلک وکل حیلۃ یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام او یتوصل بھا الی حلال فھی حسنۃ وھو معنی مانقل عن الشعبی لاباس بالحیلۃ فما یحل قولہ

قال اللہ تعالیٰ وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث ، ھذا تعلیم المخلص لایوبؑ علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وقد تعلق محمد بھذہ الایۃ فی مسائل الحیل والخصاف لم یتعلق بھا فی حیلۃ قیل لان حکمھا منسوخ و عامۃ المشائخ علیٰ انہ لیس بمنسوخ وتکلموا فیما بینھم فی شرط البر فیہ قال بعضھم ان یاخذ الحالف مائۃ عود ولیسوی رؤس الاعواد قبل الضرب ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ قال وقعت وحشۃ بین ھاجرۃ وسارۃ ۔ فحلفت سارۃ ان ظفرت بھا قطعت عضوا منھا ۔ فارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام الی ابراھیم علیہ السلام ان یأمر سارۃ ان تشقب اذنی ھاجرۃ ۔ فمن ثم ثقوب الاذان کذا فی التتارخانیۃ ۱۲ حموی شرح اشباہ ص۴۱۱ کتاب الحیل

ترجمہ ۔ تتارخانیۃ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ سے آدمی حیلہ طلب کرے ابطال حق غیر کو یا اس میں شبہ داخل کرے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ۔ اور عیون و جامع الفتاوی میں لکھا ہے ۔ کہ یہ جائز نہیں اور ہر حیلہ اس لئے کیا جائے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال چیز پالے ۔ تو یہ حیلہ جائز و حسن ہے ۔ اور جو شعبیؒ سے منقول ہے کہ حیلہ حلال چیز کرنے میں کوئی پرواہ نہیں اس کے معنی بھی یہی ہیں ۔ اور یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام سے کہا ۔ کہ اپنے ہاتھ میں ایک شاخ پکڑو ۔ اس سے عورت مارو اور حانث نہ ہو جاؤ یعنی قسم نہ توڑو ۔ اور یہ تعلیم رہائی تھا ایوب علیہ السلام کو قسم سے ۔ جو اُن ہوں نے اُٹھائی تھی ۔ کہ میں اپنی عورت کو سَو دُرّے ماروں گا ۔ امام محمدؒ نے اس ایت سے

دلیل پکڑا ہے جواز مسائل حیل میں اور خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ کہا گیا ہے۔ کہ اس کا حکم منسوخ ہے۔ عام مشائخ کا رویہ یہ ہے کہ یہ حکم غیر منسوخ ہے اور آپس میں مکالمہ کیا ہے خلاصی کے بارے میں۔ تو بعض نے کہا ہے۔ کہ قسم اٹھانے والا سو لکڑیاں لے لے۔ اور ان کے سروں کو برابر کریں مارنے سے پہلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ درمیان ہاجرہ وسارہ کچھ تنازعہ ہو گیا۔ سارہ نے قسم اٹھائی۔ کہ اگر مجھے ان پر موقع ملا۔ تو ہاجرہ کی کوئی عضو (یعنی جسم کا کوئی حصہ) کاٹونگی۔ رب تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھیجا۔ کہ ان کے درمیان صلح کریں۔ حضرت سارہ نے عرض کیا کہ میری قسم کا حیلہ کیا ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ کہ سارہ کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں (یعنی ان میں سوراخ کریں) یعنی یہ حیلہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمایا پس اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے (یعنی اس وجہ سے عورتیں کانوں میں سوراخ کرتی ہیں) جیسا کہ تتارخانیہ میں لکھا ہے۔

حاشیہ کنز الدقائق میں ینابیع سے نقل کرتے ہیں

اعلم انّ من حلف کلّما تزوجت امرأۃ فھی طالق او قال کلما تزوّجت بفلانۃ فھی طالق فالحیلۃ فی ذلك ان یقول لواحد من اصدقائہ انی حلفت انّ کلّما تزوّجت بفلانۃ فھی کذا فالاٰن اِن تزجتھا طُلّقتُ وان وکلت بذلك طلقت فاذا عرف المخاطب رغبتہ فیھا فانہ یتزوّجھا منہ و ھو فضولی فی ذلك فاذا اعلم حالفًا بذلك یجیزہ بالفعل بان یبعث الیھا مھرھا او یظفر بھا فیطأھا

فلا تطلق وان اجازه بالقول تطلق ۱۲ باب تعليق الطلاق ۳۹ کنز الدقائق

حاشیہ نمبر۱ اصل مسئلہ یہ الفاظ شرط میں یہ قاعدہ ہے کہ اگر شرط موجود ہو جائے تو یمین ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً عورت سے کہے کہ اگر تم نے فلان کام کیا تو تم مطلقہ ہو۔ تو عورت نے وہ کام کیا۔ پس طلاق واقع ہوا۔ اگر طلاق رجعی ہو تو رجوع کریں۔ اگر بائن ہو تو تجدید کریں۔ اگر رجوع یا نکاح کیا تو اس کے بعد یہ حلف باقی نہیں رہتا۔ مگر سوی لفظ کلما کیونکہ ان کا تقاضا ہے عموم افعال کا۔ مثلاً یہ لفظ بولا۔ کلما تزوجت امرأۃ أو فلانۃ فھی طالق، یعنی ہر دفعہ ہر بار اگر میں اس عورت کو نکاح کروں یا فلانی عورت کو یعنی ایک معین عورت کو تو مجھ پر مطلقہ ہو۔ اس طرح اگر ہر دفعہ نکاح ہو جائے تو طلاق واقع ہوتا ہے۔ تو اس کا حیلہ ینابیع (کتاب کا نام ہے) نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ۔ سمجھ لو کہ جس نے حلف اٹھایا کہ اگر میں ہر بار عورت کو نکاح کروں یا فلانی یعنی معین عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر مطلقہ ہو۔ تو اس کے بارے میں حیلہ یہ ہے کہ ایک دوست سے کہدے کہ میں نے اس طرح قسم اُٹھائی ہے۔ اگر میں خود نکاح کروں تو عورت مجھ پر مُطلّقہ ہو جاتی ہے۔ اگر اس پر کسی کو وکیل بناؤں تو بھی طلاق واقع ہو جاتا ہے۔ تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ مخاطب یعنی جس کے ساتھ خطاب کرتا ہو یعنی حاضر دوست، جب حالف کی رغبت فلانہ یا دوسری عورت پر محسوس کریں۔ تو وہ اُن کا نکاح اُس عورت سے کریں۔ حالانکہ یہ آدمی اُنکے نکاح میں فضولی یعنی اجنبی ہے۔ جب حالف ان کے نکاح پر معلوم ہو جائے تو فعل کے ساتھ نکاح کا اجازہ کریں۔ یعنی اس طرح کہ عورت کو مہر بھیجدیں یا جب قادر ہو جائے تو اُس کے ساتھ جماع کریں۔ جب اس طرح حیلہ کرے تو نکاح ہوئی اور عورت کو طلاق واقع نہ ہوئی۔ اگر اس حالف نے فعل کے ساتھ اجازہ کیا۔ تو

عورت مطلقہ ہو جاتی ہے۔ جبسوط سرخسی ہمارے مذہب میں معتمد بہ کتاب ہے
اُس نے کتاب الحیل لکھا ہے۔ حالانکہ اس حقیقت کے پیش نظر علامہ طرطوسی تحریر
فرماتے ہیں۔ مبسوط السرخسی لایعمل بما یخالفه ولا یرکن الا الیه
ولا یفتی ولا یعول الا علیه "مجموعۃ الرسائل ابن عابدین ص۲۰ ج۱"

ترجمہ :" جو مسئلہ مبسوط سرخسی کے خلاف ہو اُس پر عمل نہ کیا جائے اور خاص کر
رجوع اُن کو مناسب ہے اور خاص کر فتوی و اعتماد اس کتاب پر کرنا چاہیئے۔" اسی
صفحہ میں لکھتے ہیں۔

ویجمع الست کتاب الکافی ○ للحاکم الشہید فہو الکافی
اور ظاہر روایت کے چھ کتابوں کا کافی جامع ہے، یعنی کافی حاکم شہید کی تصنیف ہے
وہ بیشک کفایت کرنے والا ہے۔

اقوی شروح الذی کالشمس ○ مبسوط شمس الائمۃ السرخسی
اس کافی کے زیادہ قوی شروح میں جو مانند آفتاب ہیں۔ وہ مبسوط ہے جو شمس ائمہ سرخسی
کی تصنیف ہے۔

علیك بمبسوط السرخسی انه ○ ہو البحر والدر الفرید مسائلہ
بسوط کتاب پر عمل کرنا آپ پر واجب ہے کیونکہ وہ مانند سمندر ہے اور اُس کے
مسائل مانند گوہر یکتا ہیں

ولا تعتمد الا علیه فانه ○ یجاب باعطاء الرغائب سائله
اور سوائے اس کتاب اعتماد نہ کر۔ کیونکہ وہ سائل کو جواب دیتا مرغوب چیز سے زیادہ
وکافی بحث کے بعد فرماتے ہیں" فالحاصل ان ما یتخلص به الرجل من الحرام
او یتوصل به الی الحلال من الحیل فہو حسن وانما یکرہ ذلك ان یحتال
فی حق الرجل حتی یبطله او فی باطل حتی یموہه او فی حق حتی یدخل

فیہ شبہۃ فما کان علیٰ ھذا السّبیل فھو مکروہ وما کان علیٰ سبیل الّذی قلنا فلا باس بہ لان اللہ تعالیٰ قال ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ففی النوع الاوّل معنی التعاون علی البرّ والتقوی وفی النوع الثّانی معنی التعاون علی الاثم والعدوان ۔ مبسوط السرخسی کتاب الحیل الجزء الثلاثون

ترجمہ ، ماسبق کا حاصل یہ ہوا ۔ کہ جس چیز کے ساتھ آدمی حرام سے بچتا ہو یا حلال تک پہنچتا ہو ۔ تو وہ حیلے حسن ہیں ۔ اور وہ حیلے مکروہ ہیں کہ حیلہ کرے تاکہ ابطال حق ہو جائے یا باطل کے جواز ہیں کہ اسے مموہ کریں یا حق ہیں کہ اس میں شبہ داخل ہو جائے پس اس طرح جو حیلہ ہو وہ مکروہ ہے ۔ اور جو پہلے قسم کا ہو تو جائز ہے ۔ یعنی کچھ پرواہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نیکی و تقوی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو ۔ پس قسم اول میں معنی تعاون علی نیکی و تقوی موجود ہے ۔ لہذا اس طرح حیلے جائز ہے ۔ اور قسم ثانی میں معنی مدد علی الظلم والعدوان موجود ہے تو اس قسم کے حیلے مکروہ و ناجائز ہیں ۔

مبسوط از کتاب الحیل

اور عالمگیری کے کتاب الحیل میں لکھتے ہیں ۔

الفصل الاوّل فی بیان جواز الحیل وعدمہا من مذھب علمائنا انّ کلّ حیلۃ یحتال بہا الرّجل لابطال حقّ الغیر اولادخال شبہۃ فیہ اولتموید باطل فہی مکروھۃ ۔ وکلّ حیلۃ یحتال بہا الرّجل لیتخلّص بہا عن حرام اولیتوصّل بہا الی حلال فہی حسنۃ والاصل فی جواز ھذا النوع من الحیل قولہ تعالیٰ ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ

ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ، وهذا تعليم المخرج لايوب علیٰ نبینا
وعلیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود
وعامۃ المشائخ علیٰ ان حکمہا لیس بمنسوخ وھو الصحیح من
المذھب کما فی الذخیرۃ " عالمگیری ص ۳۹۰۔

ترجمہ ۔ فصلِ اول بیانِ جوازِ حیل و عدم جواز میں ہے۔ ہمارے مذہب
کے علماء کا یہ مسلک ہے۔ الخ اِس کا ترجمہ پہلے گزرا ہے دوبارہ ترجمہ کرنے کی
ضرورت نہیں ہے۔ تحت عبارت حموی ملاحظہ فرمائے۔

فِدیہ کا ثبوت قرآن مجید سے

فدیہ دینے کی بنیاد ایک شرعی قانون کی حیثیت سے اس آیت کریمہ سے ثابت
ہے "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"
ترجمہ: یعنی روزہ سے عاجز ہونے والے کا فدیہ (بدلہ) ایک مسکین کو کھانا
کھلانا ہوگا۔ زندگی میں عجز کے بعد دیا جائے تو بہتر ورنہ وصیت کرنا لازم ہوگی
اگر بلا وصیت وارث دیدے تو بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔

فدیہ کا ثبوت احادیث سے

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایتیں موجود ہیں۔
ظاہرًا موقوف لیکن حکمًا مرفوع ہے۔
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا یصلی احدٌ عن احدٍ ولا یصوم
احد عن احد ولکن یطعم عنہ ۔ ۱۲ مشکل الاثار ۔ اور حافظ
ابن حجرؒ درایہ میں لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح ، علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں کہ اس کی
سند علیٰ شرط الشیخین صحیح ہے۔ ترجمہ ، حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے

مگر ہاں اس کی طرف سے فدیہ دیدے۔ وعن ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لایصلین احد عن احدٍ ولا یصومنّ احد عن احد ولکن ان کنت فاعلاً تصدقت عنہ او اھدیت عنہ۔ ایضاً

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے لیکن اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو اس کی طرف سے صدقہ یا ھدیہ اور فدیہ دیدو۔

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات و علیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکیناً۔ رواہ الترمذی کتاب الصوم۔

ترجمہ۔ نافع نے روایت کیا ہے ابن عمرؓ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کہ جو کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے تو ولی بدلہ ہر دن روزہ سے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ ترمذی نے یہ روایت کیا ہے،

عبدالرزاق نے سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے:

لایصلی احدٌ عن احدٍ ولا یصوم احدٌ عن احدٍ ولکن یطعم عنہ مکان کلّ یوم مدین من حنطۃ ۱۲

ترجمہ۔ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر دن کے عوض دو مدین گندم (یعنی آدھا صاع) خیرات کردے۔

فدیہ کا ثبوت از فقہاءِ کرام

جامع رموز میں لکھا ہے۔ والاستحسان ان یجوز الفداء عنہما اما فی الصوم فلورود النص واما فی الصلوۃ فلعموم الفضل ولذا قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجزئہ ان شاء اللہ تعالیٰ الخ ۱۲

ترجمہ :۔ استحسان مشائخ یہ ہے کہ نماز روزہ دونوں سے فدیہ جائز ہو جائے کیونکہ روزہ میں نص قرآنی وارد ہوا ہے اور نماز میں عموم فضلِ الٰہی سے ۔ اسی وجہ سے محمدؒ نے کہا ہے کہ کافی ہو جائے گا انشآءاللہ ۔ ۱۲

شرح الوقایہ میں لکھا ہے ، وفدیۃ کلّ صلوٰۃ کصوم یوم وھو الصّحیح ترجمہ ۔ ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور وہی صحیح ہے ۔

شرح الیاس میں لکھا ہے ۔ ویعتبر فدیہ کلّ صلوٰۃ فائتۃ کصوم یوم ای کفدیۃ یوم ۔ ترجمہ ۔ ہر فوت شدہ نماز کا فدیہ ایک دن روزے کے اعتبار پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے ۔

ملا احمد جیون نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے ۔

والصّلوٰۃ نظیر الصّوم بل اھمّ فیہ فامرناہ بالفدیۃ احتیاطاً ورجونا القبول من اللہ تعالیٰ فضلاً ۔

ترجمہ ۔ نماز روزے کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہٰذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے ۔ نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے ۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں ۔ اعلم انّہ قد ورد النّص فی الصّوم باسقاطہ بالفدیۃ واتفقت کلمۃ المشائخ علی انّ الصّلوٰۃ کالصّوم استحسانا لکونھا اھمّ منہ وانما الخلاف بینھم فی انّ صلوٰۃ یوم کصومہ او کلّ فریضۃ کصوم یوم وھو المعتمد ۔ اذا علمت ذٰلک تعلم جھل من یقول ان اسقاط الصّلوٰۃ لا اصل لہ اذ ھذا ابطال للمتفق علیہ بین اھل المذھب ۱۲ طحطاوی باب الاسقاط ص۲۴۷

ترجمہ: جان لو کہ روزے کے اسقاط میں ذمہ میت سے فدیہ دینے پر آیت قرآنی وارد ہوا ہے۔ اور علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز روزہ کی مانند ہے از روئے استحسان مشائخ (یعنی فدیہ نماز دینے سے میت کا ذمہ فارغ ہوتا ہے) کیونکہ نماز روزے سے اہم ہے۔ بلکہ علماء کے درمیان خلاف اس بات پر ہے کہ تمام دن کی نمازیں ایک دن روزے کے مثل ہیں۔ یا ہر ایک فرض (نماز) ایک دن روزے کی مانند ہے۔ اور یہ آخری بات معتمد بہ ہے۔ یعنی ایک فرض نماز کی فدیہ کا مقدار ایک روزہ کی مانند ہے یعنی نصف صاع) جب آپ نے یہ جان لیا تو اس شخص کے جہل و نادانی کو خوب معلوم کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ اسقاط صلوٰۃ کے لئے کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ یہ اہل مذہب کے اتفاق کو باطل کرتا ہے"

ھدایہ میں لکھتے ہیں۔ والصلوٰة کالصّوم باستحسان المشائخ وکلّ صلوٰة تعتبر بصوم یوم ھو الصّحیح۔ ترجمہ۔ نماز مثل روزہ ہے استحسان مشائخ سے اور ہر نماز کا اندازہ مثل ایک دن صوم کا اعتبار ہے اور یہ صحیح بات ہے

قال شارحہ فی فتح القدیر تحتہ وجھہ ان المماثلة قد ثبتت شرعاً بین الصّوم والاطعام والمماثلة بین الصّلوٰة والصوم ثابتة ومثل مثل الشیٔ جاز ان یّکون مثلاً لذٰلك الشیٔ وعلیٰ تقدیر ذٰلك یجب الاطعام وعلیٰ تقدیر عدمھا لایجب فالاحتیاط فی الایجاب فأن کان الواقع ثبوت المماثلة حصل المقصود الّذی ھو السقوط والّا کان برّاً مبتدأً ماحیاً للسّیٔات الخ

فتح القدیر شرح ھدایہ ص ۲۷۹ ج ۲ و ص ۲۸۰

ترجمہ۔ کمال ابن الہمام حنفی شارح ہدایہ اس عبارت کے تحت فاتح اللّسان ہیں بقولہ الخ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مماثلت از روئے شریعت درمیان صوم واطعام

ثابت ہو چکی ہے۔ اور مماثلت درمیان نماز و روزہ بھی ثابت ہے (کیونکہ دونوں عبادت بدنی ہیں) اور ہر ایک چیز کے لئے اُس کی مثل جائز ہے۔ کہ وہ مثل بمثل اُس چیز کے ہو جائے۔ اور بناء بر تقدیر مثلیت صلوٰۃ کے فدیہ میں طعام واجب ہوتا ہے۔ اور بناء بر تقدیر عدم مثلیت واجب نہیں ہوتا۔ تو احتیاط کا تقاضا وجوب ہے۔ اگر واقعہ میں مماثلت ہو تو مقصود حاصل ہوگا جو سقوط تھا ورنہ طعام (فدیہ) جدید نیکی جو کہ گناہوں کو محو کرنیوالی ہے وہ تو ہو گئی (یعنی صدقہ نفلی سے جو کہ گناہ محو کرتی ہے اس سے خارج نہیں ہوتا)

فقہاء کرام کے تصریحات آپ نے ملاحظہ کئے کہ فدیۂ نماز بھی جائز قرار دیتے ہیں یعنی ہر قضا نماز جو کسی کے ذمہ رہ گئی ہو اس کا فدیہ فطرانہ کے اندازے پر ایک مسکین کو دینا کافی ہو سکتا ہے۔

نوٹ۔ میت کے مال سے اولاً تجہیز و تکفین کا انتظام ہوگا باقیماندہ مال میں سے پہلے اُس کا قرض ادا ہوگا۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو اُس میں وارثوں کا حق ہے مال کے تہائی حصے میں وصیت جاری ہو گی قرض کی ادائیگی و وصیت ورثاء کے حق دونوں پر مقدم ہے

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ نماز روزہ وغیرہ بلا عذر نہ چھوڑے اگر کبھی سے کسی عذر کی وجہ سے قضا بھی ہو جائے۔ تو مناسب ہے کہ اولاً تو اُن فرائض کی قضا اس دنیا میں اپنی زندگی میں خود ادا کرے تاکہ اُس کے ذمہ فارغ ہو جائے۔ یہ بہتر بلکہ زیادہ ضروری امر ہے۔ اگر اُسے وقت برائے ادائیگی ملا تھا لیکن ادا نہیں کیا۔ تو مرتے وقت اُس پر اُس کے متعلق یہ وصیت لازم ہے کہ میرے مال میں سے اتنی مقدار میں فدیہ دیدیا جائے جتنی کہ متروکات ہوں۔

عبارت مراقی الفلاح ملاحظہ فرمائیے

علیٰ من افطر فی رمضان الوصیۃ ای بفدیۃ ما قدر علیہ من

ادراك عدة من ایام اخر ان افطر بعذر ۱۲ اگر اس نے بلا عذر نماز و روزہ ادا نہ کیا ہو اور اتنا وقت بھی اُسے نہ ملا ہو کہ اُن (فرائض) کے قضا ادا کریں۔ تو اُس پر وصیت کرنا لازم ہے "بجمیع ما فاتہ" تاکہ ورثا اس کا فدیہ دیدیں اس کی قبولی کی اُمید ہے اگرچہ اُس سے تقصیر ہوچکی ہے۔ ملاحظہ فرمائے۔

عبارۃ مراقی الفلاح وان لم یدرك عدۃ من ایام اُخر ان افطر بدون عذر لزمہ ای الایصاء بجمیع ما افطرہ لان التقصیر منہ لکنہ یرجی لہ العفو بفضل اللہ بفدیۃ ما لزمہ وبقی بذمتہ حتی ادرکہ الموت فیخرج عنہ ولیہ من ثلث ما ترك ۱۲

مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۷ باب اسقاط

اگر کوئی شخص بغیر عذر کے نماز روزہ میں تقصیرات کرتا ہے۔ تو اُس کے ذمہ عائد و لازم ہے۔ خدائے رب العزت کا اختیار ہے کہ معاف کرے یا سزا دے اُن سے اگر وہ فدیہ دینے کا وصیت بھی کرے تو ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا یعنی فدیہ دینا کافی نہیں ہوتا ہے۔ لیکن مستصفیٰ کے دیباچہ میں دلالت علی الجواز معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائے ۱۲

وفی الکلام رمز الی انہ لو فرط فی ادائہما با طاعۃ النفس وخداع الشیطان ثم ندم فی اخر عمرہ واوصی بالفدیۃ لم یجز لکن فی دیباجۃ المستصفیٰ دلالۃ علی الاجزاء والی انہ لو لم یوص بفدائہما وتبرع وارثہ جاز الخ ولا خلاف انہ امر مستحسن یصل ثوابہ الیہ ۱۲

جامع الرموز ص ۱۶۲ کتاب الصوم

اور اسی طرح عبارۃ مجموعۃ رسائل ابن عابدین میں لکھا ہے۔

والقیاس ان لا یجوز الفداء عن الصلاۃ والیہ ذهب البلخی ۷ر

وفیہ اشارۃ الی انہ لو فرط باداۓ اثمہا باطاعۃ النفس وخداع الشیطن ثم ندم فی آخرہ عمرہ واوصٰی بالفداء لم یجزئ لکن فی المستصفٰی دلالۃ علی الاجزاء والی انہ لو لم یوص بفدا اثمہا وتبرع وارثہ جاز ولا خلاف انہ امر مستحسن یصل الیہ ثوابہ وینبغی ان یفدی قبل الدفن وان جاز بعدہ کما فی القہستانی "مجموعۃ رسائل ابن عابدین ص ۲۱۹/۱

ترجمہ دونوں عبارتوں کا یہ ہے ، مجموعہ رسائل میں لکھا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ نماز سے فدیہ دینا جائز نہ ہو جائے اور اس کو بلخیؒ نے ذہاب کیا ہے . اس میں اس امر کا اشارہ ہے . کہ اگر اس سے نفس کی اطاعت اور شیطان کی دھوکہ سے نماز ادا کرنے میں نقصان ہو چکا ہو یعنی نماز ادا نہ کیا ہو ، پھر آخر عمر درمرض الموت ، میں نادم و پشیمان ہو کر فدیہ دینے کے لئے وصیت کیا . تو کافی نہیں . لیکن کتاب مستصفےٰ میں کافی ہونے پر دلالت ہے . اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر فدیہ دینے کے لئے وصیت نہ کیا ہو لیکن وارث نے تبرع کیا تو جائز ہے . اور اس میں کسی کا خلاف نہیں . کہ یہ امر مستحسن یعنی نیک کام جسکا ثواب میت کو پہنچتا ہے یعنی امر مستحسن تو ضرور ہے بلا خلاف اور مناسب ہے کہ فدیہ دفن ہونے سے قبل دیا جائے اگر بعد از دفن بھی جائز ہے .

اور علامہ ابی الخلاصؒ نے بھی لکھا ہے .

فلو وجب علیہ قضاء شیء من رمضان فلم یقضہ حتی صار شیخا فانیا لایرجی برؤہ جاز لہ الفدیۃ " حاشیۃ العلامۃ ابی الخلاص الشیخ الحسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی علی ہامش درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ص ۲۰۹/۱

ترجمہ . علامہ شرنبلالی الحنفیؒ نے ہامش درر الحکام میں لکھا ہے . اگر کسی شخص

پر قضاء رمضان واجب ہوگیا۔ لیکن ادا نہ کیا اُس وقت تک حتی کہ شیخ فانی ہوگیا یعنی اُس کی صحت یاب ہونے کی اُمید نہ رہی۔ اُس شخص کو فدیہ ادا کرنا جائز ہے

(نوٹ) فدیہ دینا زندگی میں نماز کے لئے جائز نہیں۔ بخلاف روزہ کے۔ کہ زندگی میں شیخ فانی سے فدیہ دینا جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائے۔

وفی القنیة ولا فدیة فی الصلوٰة حالة الحیات بخلاف الصوم۔ اھ

اقول و وجہ ذلك ان النص انما ورد فی الشیخ الفانی انه یفطر و یفدی فی حیاته الخ۔ ومقتضاه ان غیر الشیخ الفانی لیس له ان یفدی عن صومه فی حیاته لعدم النص ومثله الصلاة ولعل وجهه انه مطالب بالقضاء اذا قدر ولا فدیة علیه الا بتحقق العجز منه بالموت فیوصی بها بخلاف الشیخ الفانی فانه تحقق عجزه قبل الموت عن اداء الصوم وقضائه فیفدی فی حیاته ولا یتحقق عجزه عن الصلاة لانه یصلی بما قدر ولو مومیا براسه فان عجز عن ذلك سقطت عنه اذا کثرت بان صارت ستا فاکثر ولا یلزمه قضاءها اذا قدر۔ اھ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۲۱۸

ترجمہ۔ قنیہ میں لکھا ہے کہ نماز کے لئے فدیہ دینا کسی کی زندگی میں جائز نہیں بخلاف روزہ کے۔ علامہ ابن عابدین کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نص شیخ فانی کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ افطار کرے اور فدیہ زندگی میں دیدیں اس کا مقتضا یہ ہے کہ شیخ فانی کے سوا کے زندگی میں روزہ کے لئے فدیہ دینا جائز نہیں لعدم النص۔ اور اُس کے مانند نماز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے شاید اس پر قضا واجب ہے جب قادر ہوجائے اور فدیہ اُس پر واجب نہیں جب کہ اس کا عجز متحقق نہ ہو مرنے پر کہ اُس کے لئے وصیت کریں بخلاف شیخ

فانی کے۔ کہ اُس کا عجز قبل از موت ثابت ہوچکا ہے۔ کیونکہ شیخ فانی روزہ کے ادا سے عاجز ہے اور قضا سے بھی۔ تو وہ زندگی میں روزے کے لئے فدیہ دے اور شیخ فانی کا عجز نماز سے متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ نماز ادا کرے جس طریقے سے وہ قادر ہو اگرچہ سر کے اشارے سے ہی ہو۔ اگر سر کے اشارے سے عاجز ہوجائے تو اُس سے نماز ادا کرنا ساقط ہوجاتا ہے، جب کہ حدِ کثرت تک پہنچ جائے ای کہ چھ نمازیں یا زیادہ ہو جائیں اور اُس پر قضا لازم نہیں ہے اُن نمازوں کی جب کہ قادر ہو جائے۔

اور اسی طرح علامہ طحطاوی فرماتے ہیں

"ولو فدی عن صلاتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم"

طحطاوی علی المراقی ص۲۳۹

ترجمہ: اگر (کسی) شخص نے مرض میں نماز کے لئے فدیہ دیا تو صحیح نہیں ہے بخلافِ روزہ کے۔ کہ اُس کے لئے فدیہ یعنی زندگی میں جائز ہے۔

فدیہ میں اباحت بھی جائز ہے ملاحظہ فرمائے

"وھل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشھور نعم واعتمدہ الکمال" طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۳۹ اور مجموعہ رسائل ابن عابدین ص۲۶۱/۱

ترجمہ۔ آیا فدیہ میں اباحت کافی ہوتا ہے اس میں دو قول ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ ہاں۔ (کافی ہوتا ہے)، کمال ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے اسے معتمد بہ کیا ہے۔

نوٹ۔ صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں ہوتا تملیک ضروری ہے۔ فتاوی ودودیہ

وقال قولہ المشھور نعم فان ما ورد بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحۃ

والتمليك بخلاف ما بلفظ الاداء والايتاء فانه للتمليك كما في المضمرات وغيره قهستاني ۔ ص ۲۱۷ مجموعہ رسائل ابن عابدین۔

ترجمہ۔ اور جو قول مشہور ہے کہ فدیہ میں اباحت کافی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جس چیز میں لفظ اطعام وارد ہوا ہے اُس میں اباحت و تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف کہ جس میں لفظ اداء و ایتاء وارد ہو یعنی اس میں اباحت جائز نہیں، کیونکہ یہ الفاظ برائے تملیک ہیں جیسا کہ کتاب مضمرات وغیرہ میں ہے قہستانی ۔

تملیک کے معنی یہ ہے کہ بمقابل ہر نماز یا روزہ فقیر کو نصف صاع گندم یا اُس کی قیمت بطریق تملیک اُس کے ہاتھ میں دیدے۔

اباحت کے معنی یہ ہے۔ کہ بمقابل ہر نماز یا روزہ فقیر کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اُس کھانے کی قیمت نصف صاع گندم کے قیمت کے برابر ہے یا نہیں۔ یعنی کھانے کی قیمت نصف صاع گندم سے کم ہو یا زیادہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

دونوں وقت سے مراد دو وقت ہیں۔ ایک صبح اور ایک شام یا ایک عشاء اور ایک سحور ہو۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا یعنی فدیے کے اباحت میں ایک وقت سے کفایت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کفارات میں کفایت نہیں ہوتا۔

یہ ضروری ہے کہ مسکین ایک ہو۔ یعنی اگر ایک مسکین کو صبح کھانا کھلایا تو شام کے وقت بھی اُسی مسکین کو کھلانا پڑے گا۔ دوسرے مسکین کو کھلانا جائز نہیں۔ مگر ہر ایک اُن دونوں میں سے ہو اسی کو دوسرے وقت میں کھانا کھلائے پھر کافی ہوتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے۔ کہ فقیر کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا یعنی اگر فقیر پہلے ہی سے پیٹ بھر کر کھا چکا ہو تو اُس کو کھانا کھلانے سے فدیہ کافی

نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں صبی غیر مراھق نہ ہو اگر مراھق ہو (یعنی قریب البلوغ ہو) تو جائز ہے ۱۲ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اگر روٹی گندم کے علاوہ کسی اور چیز سے پکائی گئی ہو تو اُس کے ساتھ ترکاری وغیرہ رکھنا لازمی ہے تاکہ خوب سیر ہو جائے۔ اگر گندم کی روٹی ہو تو اُس کے ساتھ ترکاری یعنی ادام مستحب ہے۔

جمع بین اباحت و تملیک جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَقالوا تصح الاباحة بشرط الشبع فی الکفارة والفدیة ککفارة الیمین وفدیة الصوم وجنایة الحج. وَجاز الجمع بین اباحة وتملیک بخلاف الزکوٰة والفطرة والعشر فعلیٰ ھٰذا لو صنع طعاما ودعی الفقراء الیه لیجعله عن کفارة یمین اوفدیة صوم اوجنایة وَلا یشترط التملیک وھو ان یعطی الفقیر شیئًا فی یده علیٰ سبیل التملیک نعم یشترط لکل فقیر اکلتان مشبعتان والفقیر الواحد یکفی فی جمیع ھٰذه الابواب الّا باب الیمین فانّ کفارته انما تجوز لعشرة مساکین بالنص اوبتکرار ذلک عشرة ایام ۱۲ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۲۲۱

ترجمہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ کفارہ و فدیہ میں اباحت صحیح ہے بشرطیکہ فقیروں کو پیٹ بھر کر کھلائیں۔ جیسا کہ کفارہ یمین اور روزہ کا فدیہ اور حج کی جنایت میں اور جمع اباحت و تملیک جائز ہے بخلاف زکوٰۃ و صدقہ فطر و عشر میں، پس بناء برایں اگر روٹی تیار کر کے فقراء کو دیں اور نیت میں کفارہ یمین یا روزے کا فدیہ یا حج کی جنایت ہو تو صحیح ہے کیونکہ تملیک شرط نہیں ہے۔ تملیک کے معنی یہ ہے کہ فقیر کو چیز دیدیں اُس کے ہاتھ میں علیٰ سبیل التملیک۔ ہاں ہر فقیر کے لئے دو وقت پیٹ بھر کر کھانا شرط ہے۔ اور ایک فقیر ان تمام ابواب میں کافی ہوتا ہے صرف

کفارہ یمین کہ اس میں نص کے ساتھ دس فقیروں کو فدیہ دینا جائز ہوتا ہے یا ایک فقیر کو دس دن مکرر کریں ۔

جمع بین اباحت و تملیک کے معنی

جمیع کفارات و فدیہ صیام و صلوٰۃ میں جمع بین التملیک والاباحت جائز ہے ۔ یعنی صدقۃ الفطر میں جمع جائز نہیں ہے ۔ کیونکہ اس میں تملیک ضروری ہے ، مثلاً کفارہ یمین میں دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلانا ضروری ہے ۔ تو ان میں سے پانچ کو نصف نصف صاع کی قیمت دی ۔ اور پانچ کو صبح و شام کھانا کھلایا تو جائز ہے ۔

یا مثلاً کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے دونوں وقت تو ان ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کھانا دیا مثلاً صبح کے وقت کھانا دیا تو شام کے وقت ان کو قیمت دینا بھی جائز ہے ۔ لیکن فی نفر کو صاع کی ربع یعنی ۱/۴ حصہ کی قیمت دینا ہوگا کیونکہ شریعت میں نصف صاع صبح و شام دونوں کی مقدار ہے ۔ تو فی وقت کی مقدار ۱/۴ حصہ صاع ہوگی ۔

اسی طرح نمازوں کے فدیہ میں جمع بینہما جائز ہے مثلاً دس نمازوں کا فدیہ پانچ صاع گندم یا اس کی قیمت ہے ۔ تو مثلاً چھ مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا اور دو صاع گندم یا اس کی قیمت چار مسکینوں کو بحساب نصف نصف صاع ہر مسکین کو گندم یا اس کی قیمت دی تو جائز ہے اور اسی طرح روزوں کی فدیہ میں بھی جائز ہے ۔

اگر میت نے وصیت کی ہو تو ولی میت پر فدیہ دینا واجب ہے ۔ الحاصل ہمارے مذہب میں اگر میت نے وصیت کی ہو کہ مجھ سے اتنی نمازیں اور روزے وغیرہ قضاء ہو چکی ہیں اتنی مقدار میں فدیہ دیں ۔ تو وارثوں پر لازم ہے کہ فدیہ

دیدیں ثلث مالِ میت سے۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث پر لزوم نہیں ہاں اگر تبرّع واحسان کیا تو فدیہ دینا بھی جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ہدایہ کا عبارت۔ "ثم لابدّ من الایصاء عند ناخلافا للشافعیؒ"

اس عبارت کے تحت عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ یعنی اذا اوصی یلزم الاطعام عنه علی الولی من ثلث ماله وبه قال مالك فیجزیه ان شاء الله تعالیٰ وان لم یوص لایلزم علی الولی الاطعام ومع هذا لواطعم جاز انشاء الله تعالیٰ خلافا للشافعیؒ فعنده لاحاجة الی الایصاء بل یلزم الولی ان یطعم عنه اوص اولم یوص به وبه قال احمد " عینی شرح الهدایه صـ۱۳۵۳ــــ کتاب الصوم۔

ترجمہ۔ یعنی اگر میت نے وصیت کی۔ تو اس سے طعام دینا ولی پر لازم ہے مالِ میت کے تیسرے حصے سے۔ اور یہ مالکؒ کا قول بھی ہے۔ تو انشاء اللہ کافی ہو جائے گا۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی ہو۔ تو ولی پر اطعام دینا لازم نہیں ہے اور مع عدم لزوم اگر اطعام دیا۔ تو جائز ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی مسئلہ میں شافعیؒ کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک میت کے وصیت کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ولی میت پہ لازم ہے کہ میت سے اطعام دے خواہ میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور یہ احمد بن حنبلؒ کا قول بھی ہے۔" عینی شرح الهدایة

اور عنایہ شرح ھدایہ میں لکھتے ہیں۔ فاذا اوصی یؤدی الوصی من ثلث ماله لکلّ یوم مسکینا بقدر مایجب فی صدقة الفطر وان لم یوص وتبرع الورثة جاز وان لم یتبرعوا لایلزمهم الاداء بل یسقط فی حکم الدنیا۔" شرح العنایة علی الهدایه علی هامش فتح القدیر صـ۲۷۳ــ ج ۲ ترجمہ۔ اگر میت نے وصیت کی ہو تو وصی اس کے

تیسرے حصے مال میں سے ایک مسکین کو ہر دن روزے سے اتنی مقدار دے جو صدقۃ الفطر میں واجب ہے۔ یعنی نصف صاع گندم یا اس کی قیمت) اگر وصیت نہ کی ہو بلکہ ورثاء نے تبرعاً واحساناً فدیہ دیا تو جائز ہے۔ اگر ورثاء نے تبرع نہ کیا تو ان پر اداء لازم نہیں (یعنی فدیہ کی) بلکہ ورثاء سے دنیا میں حکم ساقط ہو گیا۔ انتہیٰ

بل یسقط فی حکم الدنیا کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ میت سے آخرت میں سقوط نہیں ہوتا یعنی اُس کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ لہذا ورثاء کیلئے مناسب ہے۔ کہ اپنی طرف سے تبرع کریں تاکہ میت کا ذمہ فارغ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲

قریب الموت شخص پر واجب ہے۔ کہ فدیہ ادا کرنے کے متعلق وصیت کریں اگر اس کا مال ہو۔ بلکہ اُس پر بھی وصیت لازم کہ جس نے بلا عذر قصداً روزہ افطار کیا ہو یا نماز وغیرہ بلا عذر ترک کیا ہو۔ اور اُن کی قضا نہ لایا ہو۔ عبارت ملاحظہ فرمایئے

وفیہ ان الایصاء واجب ان کان لہ مال کما فی القنیۃ ولا یختص بعذر بالمریض والمسافر بل یدخل فیہ من افطر متعمدا ووجب القضاء علیہ او لعذر ما وکذا کل عبادۃ بدنیۃ وان لم یوص فلا لزوم وان تبرع الوصی بالاطعام من غیر وصیۃ صح ویکون لہ ثواب ذالک وعلیٰ ھذا الخلاف الزکوٰۃ ۱۲ مجموعۃ رسائل ص۲۱۲

ترجمہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ میت یعنی قریب الموت آدمی پر وصیت کرنا واجب ہے۔ اگر اُس کے پاس مال ہو۔ جیسا کہ قنیہ میں ذکر ہے۔ اور یہ وصیت کرنا مریض ومسافر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں وہ (سب) داخل ہیں جو قصداً روزہ نہ رکھے یا عذر کی وجہ سے نہ رکھے اور اُن پر قضا لازم ہو گیا ہو اور اسی طرح

ہر عبادت بدنی میں تقصیر کیا ہو۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اگر میت نے وصیت نہ کی۔ تو ورثاء پر لزوم نہیں۔ اگر وصی نے تبرع کیا تو صحیح ہے اور میت کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ اور اسی خلاف پر زکوٰۃ بھی ہے۔

اور علامہ ابن عابدین دوسری جگہ لکھتا ہے۔ ولیس مما یفارق فیہ الصوم الصلاۃ ما افادہ صاحب المستصفی وغیرہ انہ یوصی وان افطر بغیر عذر ویرجیٰ لہ العفو باخراج الفدیۃ فان الصلاۃ کذلک علی الظاہر ۱۲ مجموعہ رسائل ص۲۲۴ ج۱

ترجمہ۔ یعنی روزہ اور نماز میں کچھ فرق نہیں۔ اس بارے میں کہ جو صاحب مستصفی وغیرہ نے لکھا ہے کہ (اگر) کوئی شخص وصیت کرے گا اگرچہ روزہ کا بلا عذر افطار کیا ہو۔ اور اس کے لئے امید عفو ہے فدیہ ادا کرنے پر۔ یعنی ظاہر پر نماز بھی اس طرح ہے۔ یعنی اگر کسی نے (بلا عذر نماز ترک کیا اور دنیا میں قضاء نہ لایا اور مرتے وقت فدیہ دینے کے لئے وصیت کی ہو تو اس کے لئے بھی عفو کی امید ہے جب کہ ورثاء فدیہ ادا کریں۔

میت کی وصیت تیسرے حصہ میں جاری ہو گی۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر میت نے زیادہ مقدار کے لئے وصیت کی تو ورثاء پر لازم نہیں کہ میت کے مال کے تیسرے حصے سے زیادہ مقدار دیں۔

بقول ایک شاعر

۔ چوں وصیت کند بفدیہ خویش ۞ نیست واجب زثلث مالش بیش

ثلث مال سے مراد جمیع مال کا ثلث یعنی تیسرا حصہ ہے۔ لیکن اس حالت میں کہ میت کے ذمہ کسی کا قرض نہ ہو۔ اگر قرض ہو تو پہلے قرض ادا ہو گا وصیت پھر اس باقی ماندہ (مال) کے ثلث سے جاری ہو گی۔ لیکن یہ بھی اس وقت کہ میت کیلئے

وارث ہو اگر وارث نہ ہو تو جمیع مابقی سے وصیت نافذ ہوگی۔ ملاحظہ فرمائے عبارت
قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیۃ من الثلث بشرط ان لایکون فی
الترکۃ دین من دیون العباد۔ حتی لوکان ینفذ ذلک من ثلث
الباقی الا اذا لم یکن لہ وارث فحینئذٍ ینفذ من جمیع ما بقی انتہی
وایضًا فی مجموعہ رسائل ص ۲۱۹ ویلزم ای یجب اطعام الوارث
من الثلث ان کان لہ وارث والا فمن الکل ان اوصی المورث "

فدیہ کی مقدار۔ اور صاع کی تحقیق!

فدیہ کی مقدار نصف صاع ہے۔ لیکن نصف صاع کی مقدار کل صاع کی مقدار پر موقوف ہے۔ اور صاع میں علماء کا اختلاف ہے۔

علامہ کشمیری وسندھی رحمہما اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

ے صاع کوفی ہست اے مرد فہیم ○ دو صد ہفتاد تولہ مستقیم

ترجمہ۔ اے مرد ہوشیار! صاع کوفی دو سو ستر تولہ کے برابر ہے۔ اور مولانا محمد شفیع صاحبؒ ارجح الاقاویل فی اصح الموازین میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صاع دو سو اسی تولے ہیں۔ بحوالہ البصائر لمحمد اللہ الدابوی ص ۱۳۰ غیاث اللغات میں لکھتا ہے۔ کہ صاع نام پیمانہ است کہ چہار مد باشد وهر مد یک رطل و ثلث رطل باشد از شرح نصاب ویکی از محققین در رسالہ اوزان نوشتہ کہ صاع دو صد وسی چہار تولہ باشد ۱۲ باب الصاد غیاث اللغات ۱۲

وصاع پیمانہ است وآن چہار مد است هر صدی دو مشت وست آدم مستوی الخلقۃ چون دست را کشیدہ دارد ۱۲ منتخب اللغات باب الصاد مع العین
سیف المقلدین میں لکھا ہے کہ صاع عراقی ۲۸۳ تولے ہیں اور نصف ۱۴۱ تولہ ۶ ماشہ ۲ جو کے برابر ہے ۱۲ اور حضرت امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی حنفیؒ

شرح کنز تبیین الحقائق ص ج ۱ میں فرماتے ہیں ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ۔ کہ صاع کی
مقدار آٹھ ارطال بغدادی ہیں یہ امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب
اور اہل عراق کا مذہب بھی ہے ۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے
کہ صاع پانچ ارطال مکمل و ثلث رطل ہے اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے ۔ ان کے لئے
استدلال ایک حدیث ہے ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ ہمارا
پیمانہ اور پیمانوں سے چھوٹا ہے اور یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ پانچ ارطال
معہ ثلث رطل چھوٹا ہے آٹھ ارطال والے سے ۔ اور یہ چھوٹا صاع صاع حجازی
ہے ۔ اور یہ روایت ہے کہ ابو یوسف جب حج کے لئے گیا تو اہل مدینہ سے
صاع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ صاع پانچ ارطال و ثلث رطل
ہیں ۔ اور ان کو (ملنے) ایک گروہ آگیا ہر ایک کے پاس پیمانہ تھا ۔ تو بعض نے
کہا اپنے باپ نے یہ کہا ہے اور کوئی کہنے لگا کہ مجھے اپنے بھائی نے خبر دی ہے کہ
یہ صاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ تو ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مذہب
سے یعنی امام صاحب کے مذہب سے رجوع کیا ۔ اور ہمارے امام صاحب
کی مذہب کے لئے دلیل یہ ہے کہ امام صاحب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مد کے اندازہ یعنی دو رطل پانی کے ساتھ وضو
کرتے تھے ۔ اور غسل صاع کے مقدار یعنی آٹھ ارطال پانی کرتے تھے ۔ اور عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا
کہ غسل جنابت صاع کی مقدار یعنی آٹھ ارطال پانی کے ساتھ کرتے تھے ۔ اور
وہ اہل عراق پر اس صاع کی وجہ سے فخر کرتی تھی کہ میں آپ لوگوں کو صاع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکال دوں اور اس صاع کا نام حجاجی تھا یعنی صاع حجاجی
پر مشہور تھا ۔ اس کا وجہ تسمیہ علماء کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ صاع گم ہو گیا تھا

توحجاج نے باہر نکلوایا اور وہ اہل عراق پر احسان کرتے تھے اور خطبہ میں یہ
الفاظ بولتے تھے ، یَا اھل العراق یَا اھل الشّقاق والنّفاق ومساوی
الاخلاق الم اخرج لکم صاع عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه
اور اسی وجہ سے یہ صاع صاع حجاجی مشہور تھا (یعنی عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه
کا صاع بھی آٹھ ارطال تھا اس لئے هدایہ میں لکھا ہے وھکذا کان صاع
عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه) اور ہم ابو یوسف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے دلیل کا
یہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے جو روایت کیا ہے ۔ اُس کے لئے دلیل نہیں ۔
بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے ۔ کہ ہمارا صاع چھوٹا
ہے یہ بھی جائز ہے کہ آٹھ ارطال والا بھی اصغر الصّیعان ہو یعنی پیمانوں میں
چھوٹا ہو ۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کیونکہ اہل عرب صاعِ ہاشمی بھی استعمال کرتے تھے ،
حالانکہ صاع ہاشمی صاع حجاجی سے بڑا ہے ۔ اور جو جماعت اُن کے ساتھ حج میں
ملی تھی ۔ اس سے بھی اُن کا حجت نہیں بنتا ۔ کیونکہ وہ مجہولین ہے ۔ اور نا
معلوم سے نقل کرتے تھے ۔ حالانکہ یہ حجت نہیں بنتا ، جیسا کہ حدیث کے اصول
میں مذکور ہیں ۔ اور کسی نے کہا ہے کہ امام صاحب اور ابو یوسفؒ کے درمیان
صاع میں کچھ خلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ ابو یوسفؒ جو صاع کی مقدار پانچ ارطال
وثلث رطل یعنی رطل کا تیسرا حصہ بیان کیا ہے وہ مدینہ کے رطل کے حساب
کے مطابق کیا ہے ۔ حالانکہ مدینہ کی رطل اہل بغداد کے رطل سے بڑا ہے
کیونکہ مدینہ کی رطل تیس استار کے برابر ہے اور رطل بغدادی بیس استار
ہے ۔ جب آٹھ ارطال بغدادی اور پانچ ارطال وثلث رطل مدنی کا اندازہ
کیا جائے تو دونوں برابر ہوتے ہیں ۔ اسی وجہ سے وہم پیدا ہوا ہے ۔ اور
یہ توفیق بینہما زیادہ اچھا ہے ۔ کیونکہ محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ نے اس مسئلہ میں

امام ابو یوسفؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا ہے اگر خلاف ہوتا تو ضرور ذکر کرتا۔ کیونکہ وہ اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے۔ انتہیٰ عبارتہ

اسی وجہ سے علامہ طحطاویؒ نے فرمایا ہے۔ ولا خلاف بینهما کما فی الفتح لان محمدًا رحمه الله تعالیٰ ادری بمذهبه ولم ينقل عنه خلافًا فمراد ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ رطل المدينة وهو ثلاثون استار بكسر الهمزة ومراد محمد رحمه الله تعالیٰ رطل العراق وهو عشرون استارا فيكون المجموع على القولين مائة وستين استارًا كما فی البحر والاستار ستة دراهم ونصف كما فی المنح والشرنبلالية الخ طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۳۷ ج ۱

ترجمہ۔ ابو یوسفؒ و امام صاحبؒ کے درمیان صاع کے متعلق کچھ خلاف نہیں جیسا کہ فتح میں ذکر ہے (یعنی اشارہ فتح القدیر کو ہے یا فتح الباری کو) کیونکہ محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کے خوب واقف تھے۔ انہوں نے ابو یوسفؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ تو ابو یوسف صاحبؒ کا مراد رطل مدینہ سے ہے۔ وہ تیس استار ہے۔ اور محمد صاحبؒ کا مراد عراق کے رطل سے ہے۔ وہ بیس استار ہے۔ تو مجموعہ دونوں اقوال پر ایک سو ساٹھ ۱۶۰ استار ہوتے ہیں، جیسا کہ کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے اور استار کا اندازہ ساڑھے چھ درہم و نصف ہیں، طحطاوی۔ بیان اللسان میں لکھا ہے کہ رطل آدھ سیر ہے یعنی چالیس ۴۰ تولے یعنی آدھ سیر انگریزی ہے۔ باب المواقیت مع الطاء ص ۳۱۸ حضرت علامہ طحطاوی و زیلعی کے عبارت سے معلوم ہوا کہ صاع میں اُن کے درمیان خلاف

حاشیہ۔ منجد میں لکھا ہے صاع ایک پیمانہ ہے جو دو سیر چودہ چھٹانک چار تولہ کے مساوی ہوتا ہے۔

خیر الفتاوی جلد ۲ ص ۲۳ عربی اردو

اعتباری ہے نہ کہ حقیقی ۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا ۔ کہ علماءِ کرام کے درمیان جو قولوں کے لحاظ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے ۔ اس خلاف کا منشا یہی ہے یا یہ کہ مُد کا وزن مختلف ہے یا درہم کے لحاظ سے ، کیونکہ بعض درہم کا اندازہ کم اور بعض کا زیادہ ۔ لہٰذا یہ اختلاف بین العلماء اعتباری ہے نہ کہ حقیقی ۔ یعنی مآل سب کا ایک ہے اور از روئے احتیاط اس قول پر عمل کیا جائے کہ جس نے زیادہ مقدار بیان کیا ہو ۔ کیونکہ اس پر عمل درآمد ہونے میں خروج عن العہدۃ بالیقین ہے ۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے ۔ لہٰذا صاع کی مقدار انگریزی سیر کے حساب سے ساڑھے تین سیر ہے جیسا کہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے تحریر کیا ہے ۔ کہ صاع ایک پیمانہ ہے مساوی تقریباً ساڑھے تین سیر انگریزی ۱۲ بیان اللسان ص۲۱۷

اور انگریزی سیر مبلغ اسّی تولے ہیں تو نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر ہوتا ہے اور پکہ سیر جو کہ ۱۰۸ تولے ہیں اس حساب سے صاع دس چھٹانک دو سیر صرف چار ماشے کم ۔ تو نصف صاع کی مقدار پانچ چھٹانک ایک سیر ہو گیا ۔ لیکن علماءِ کرام نے لکھا ہے کہ احتیاط اس میں ہے ۔ کہ اگر انگریزی سیر کے حساب سے ہو تو فدیہ دو سیر ادا کرنا چاہئے اگر پکہ سیر کے حساب سے ہو تو ڈیڑھ سیر ادا کرنا چاہئے اگر اس سے لوگ زیادہ دیتے ہوں تو بہت اچھا ہے ۔

نوٹ ۔ مراد صاع سے وہ ہے جو صاع میں آتا ہو نہ نفس صاع تو احتیاطاً فدیہ کی مقدار انگریزی سیر کے حساب سے دو سیر گندم اور پکہ سیر حساب سے $1\frac{1}{2}$ گندم یا اُسکی

تیسیر القاری شرح صحیح البخاری باب فرض صدقۃ الفطر میں کہتے ہیں ۔ کہ صاع چہار مُد است و آن چہار سیر شاہ جہانی است ۱۲ نوٹ ۔ اگر کلو کے مطابق دینا ہو تو دو کلو یا ان کی قیمت دے کیونکہ کلو انگریزی سیر سے ایک چھٹانک زیادہ ہے ۱۲ وفیہ الاحتیاط

قیمت دے ۔ شامی میں لکھا ہے ۔ کہ نصف صاع مِنْ بُرٍّ اومن دقیقہ اوسویقہ اوصاع تمرا وزبیب اوشعیرا وقیمتہ وھی افضل

ترجمہ ۔ یعنی نصف صاع گیہوں دے یا گیہوں کا آٹا یا ستو دیا جائے یا ایک صاع کھجور یا کشمش یا جو دیا جائے یا اُس کی قیمت دے ۔ اور قیمت کا دینا افضل ہے ۔ ۱۲

نوٹ ۔ آٹا اور ستو میں اولیٰ یہ ہے کہ اگر یہ دینا ہو تو نصف صاع گیہوں کے قیمت کے برابر ہو ۔

نوٹ ۔ ہمارے مذہب میں وارث پر فدیہ واجب ہونے کے دو شرائط ہیں ایک یہ کہ میّت مالدار ہو دوسری یہ کہ میّت نے وصیّت بھی کی ہو ۔ ان دو شرائط کی موجودگی میں والی میّت پر واجب ہے کہ اس سے فدیہ دیدے تیسرے حصّے سے ۔ اگر یہ دونوں شرطیں نہ ہو تو ولی پر لزوم نہیں ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے عبارت : " واز تحقیق بالا بخوبی معلوم شد کہ برائے وجوب فدیہ بر وارث در مذہب ما دو شرط است یکے مالدار بودن میّت دوم ۔ وصیّت کردن میّت بران پس درصورت موجود بودن ہر دو شروط بر ولی میّت واجب است ادائے کفارۂ وی تا ثلث مال وی ونزد عدم آن لزومش نیست " ۱۲ سیف المقلدین ص۵۵

یعنی ہمارے مذہب میں فدیہ واجب ہونے کے دو شرطیں جو ماسبقہ مذکور ہیں ان دونوں میں اگر ایک نہ ہو تو وارث پر لزوم نہیں ہے ۔ اگر تبرّع کیا تو جائز ہے لیکن شرط در تبرّع یہ ہے کہ ورثاء اہل تبرّع سے ہو یعنی ورثاء میں چھوٹے وارث نہ ہوں یعنی تمام کے تمام بالغ ہوں ۔

لہذا اب فکر کرنا چاہئے کہ لوگوں سے نماز وروزے وغیرہ میں کتنی کوتاہیاں اور تقصیرات ہوتی ہیں ۔ کتنی بے جا و بےمحل قسمیں کھاتے ہیں اور نذور

مانتے ہیں و فانہیں کرتے۔ لوگوں کو نفس وشیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔
نماز وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے ہیں حالانکہ ایک حدیث شریف میں ارشاد
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مسلم وکافر کے درمیان فرق صرف نماز چھوڑنے کا ہے
اور ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جس شخص کا ایک نماز فوت ہوگیا وہ ایسا ہے کہ گویا اُس
کے گھر کے لوگ اور مال و دولت چھین لیا گیا ہو" یعنی الحاصل حدیثوں میں نماز کی
بہت اہمیت اور چھوڑنے پر سخت عتاب وارد ہوئے ہیں جو کہ ہر ناظر کتاب سے مخفی
نہیں ہے۔

دنیا میں اکثر لوگ نماز کرنے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں یعنی اگر نماز ادا نہ کیا ہو نہ تو اُن کی
قضا کا خیال رکھتے ہیں اور نہ ہی مرتے وقت وصیت کرتے ہیں حالانکہ وصیت کرنا واجب
ہے کہ ہم سے مافات کی مقدار فدیہ دے دیں اور نہ ہی اُن بے انصافوں کو اتنی
علم ہوتی ہے۔ کہ ہم سے اتنی تعداد میں نماز یا روزے قضا ہوچکی ہیں۔ لہذا اُن
لوگوں کے ذمہ جمیع ما وجب باقی رہتی ہے یعنی ان تمام میں اکثر لوگوں سے تقصیرات
ہوتے ہیں جو کہ منصف اور بصیر آدمی سے مخفی نہیں اِلّا بعض ماشاء اللہ کہ اُنہوں
نے ادا کئے ہوں لیکن ان میں بھی احتمال نقصان متصوّر ہوتا ہے۔ بترک رکن
او واجب او شرط۔ یعنی اُن میں سے اکثر یہ معلومات نہیں رکھتے اگر معلومات
ہو بھی تو اکثر بے پرواہی سے رہ جاتے ہیں۔ لہذا ان کا فدیہ دینے میں کافی[1] مال لگتا ہے

حاشیہ نمبر ۱۔ قولہ۔ کافی مال کیونکہ ایک سال شمسی کے لحاظ سے 365 دن ہوتے
ہیں تو دن میں نمازیں مع وتر چھ 6 ہوتے ہیں 365 × چھ 6 حاصل 2190 سال کے نماز
کا ہوگیا ہے فی نماز کا فدیہ اگر چار روپے ہے تو مثلاً 2190 × 4 حاصل آگیا 876-
روپے فی سال کا فدیہ اگر سال قمری کا لحاظ ہو تو 360 دن ہوتے ہیں۔ باقی بر صفحۂ آئندہ

جب کہ وارثوں پر از روئے شریعت اتنی مقدار میں فدیہ لازم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ میت نے وصیت نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی حقیقتاً کوئی اتنی مقدار میں فدیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ کار خیر میں نفوس کو زیادہ بخل و شح لگتی ہیں۔ بلکہ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنا ایک بھاری بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی لوگ خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ فضول کام ولہویات میں مال خرچ کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ کتنا خرچ ہوگیا۔ یعنی اگر سینکڑوں ہزاروں روپے بھی خرچ کرے تو طبیعت ذرا بھر خراب نہیں ہوتی۔ اگر ایک فقیر اُن کے سامنے کھڑا ہو جائے ایک یا دو روپے کا اللہ تعالیٰ کا نام لیکر سوال کرے کیونکہ فقیر کو خوب معلوم ہے کہ نیک کام میں ایسے ہی بذل نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کا مبارک نام نہ لیا جائے۔ کیونکہ فقیر کو تو ضرورت ہوتی ہے وہ مجبوراً اللہ تعالیٰ کا نام لے گا۔ تاکہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے شرم و حیا آکر کچھ عطا کریں۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں وہ اُس کا نام سُن کر کچھ دیں گے بعض لوگ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ کے بناء پر کہدیں گے کہ بابا معاف کرو۔ مزدوری کرو۔ آخر دوسرا کام بھی تو آپ کا ہے یا صرف سوال ہی کرتے ہو۔ یعنی خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کا لوگ زیادہ شغل نہیں رکھتے۔ لہٰذا اتنی زیادہ مقدار میں نہ کوئی فدیہ دیتے ہیں اور نہ ہی از روئے شریعت لازم ہے ولی میت پر۔ کیونکہ میت نے وصیت

حاشیہ صفحہ ۴۵: 6 × 36 = 216 حاصل آگیا۔ 216 سال کے کل نماز فی نماز کا فدیہ 4 روپے تو 4 × 216 = 864 حاصل آگیا۔ 864 روپے ایک سال کا فدیہ بنتا ہے یعنی اسی سال روزہ وغیرہ واجبات بھی لگا دیں تو پھر مثال کے طور پر دس سال کا حساب لگا دیں۔ تو اتنی مقدار میں فدیہ نہ کوئی ادا کرسکتا ہے اور نہ ہی ادا کرتا ہے ۱۲

نہیں کی ہے۔ اور ما فاتہ میّت کے ذمّہ پر لازم پڑا ہے۔ اور ولی میّت کچھ قلیل مقدار پر تبرّع کرتا ہے۔ بحسب توفیق جتنا رقم ہو۔ تو اُن کے لئے علماء کرام نے ایک حیلہ تجویز کیا ہے کیونکہ قلیل مقدار جمیع مافاتہ کے لے فدیہ دینے سے کافی نہیں ہوتا تو اس لئے ورثاء کو کچھ تدبیر کرنا ہوگا جیساکہ ہمارے علاقے صوبہ سرحد و پنجاب کے بعض علاقوں میں اِسی طرح بلوچستان وخصوصًا قوم افغان میں عام رواج ہے۔

ہمارے علاقہ کا یہ دستور ہے کہ گھر سے جب جنازہ اُٹھایا جاتا ہے تو متوفّی کے گھر والے حسب توفیق گندم وغیرہ کو متعدد چھابوں میں ڈال کر مع قرآن مجید لڑکوں کے سروں پر جنازگاہ یعنی جائے جنازہ لاتے ہیں۔
جنازہ کے بعد علماء کرام اور دیگر فقراء جو اس امر کو خوب جانتے ہیں وہ ایک دائرہ بناکر بیٹھ جائیں اور ایک عالم جو اس کو خوب جانتا ہو اس کے سامنے یہ گندم وغیرہ جو مال نقد ہو رکھ دیتے ہیں یہ دائرہ بیس نفر تک کبھی اس سے زیادہ یا کم ہوتا ہے۔ تو اسقاط کرنے والے (باندھنے والے) ولی میّت کو آواز دیتے ہیں کہ وہ آجائے اور اس سے اجازت لیکر تو ولی میّت بطیب دِل سے ان کو اپنی طرف سے فدیہ دینے پر وکیل کرتے ہیں۔ پھر وہ عالم اس مال نقد وگندم وغیرہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ بولتے ہیں۔

" هر حق له حقوقو ده باری تعالیٰ نه چه لازم الادا وُ په ذمه دا دیے حاضر متوفّی باندیے (اس وقت میّت کی طرف اشارہ کرے) له صلوات له زکوٰة له صیام وله نذورُ له کفاراتُ او له سائرُ واجباتو بعض به ده اداکری وی او بعض به تر فوت شوی وی حالا دی له اداءِ ما فات نه په سبب ده موت سره عاجز دی اوس پدبله دهغو حقوقُ فوتیو کښ

لدی حاضر متوفیؒ نه چه فدیه تر پشرع کښ صحیح کیږی دا قرآن مجید او سره دِ لدی ماله په حیله دِ اسقاط سره ما تا تہ فدیہؒ کړی دہ

ترجمہ۔ ہر حق حقوق اللہ جو اس حاضر متوفی کے ذمے لازم الاداء تھے۔ مثلاً نمازوں۔ زکوٰۃ۔ روزوں۔ نذور و کفارات اور تمام واجبات سے۔ بعض کہ انہوں نے ادا کئے ہیں اور بعض ادا نہیں کئے ہیں۔ اب فی الحال یہ ادائے مافات سے بسبب موت عاجز ہے۔ اب ان حقوق فوت شدہ کے بدلہ میں یہ فدیہ جو شریعت میں صحیح ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید اور یہ مال مذکور بطور حیلہ اسقاط آپکو فدیہ دیتا ہوں " یعنی جو شخص اسقاط باندھنے والا کے دائیں طرف ہو اس کو ہاتھ میں دیتے ہیں، پھر وہ شخص کہدیتا ہے۔ کہ میں نے قبول کیا۔ پھر وہی شخص اپنے دائیں طرف دوسرے آدمی کو دے دیتا ہے۔ اور یہ الفاظ کہدیتے ہیں۔ مثلاً "کہ طریقہ مذکورہ پر آپ کو بطور فدیہ دیتا ہوں یا بخشتا ہوں وہ تیسرا آدمی کہتا ہے۔ کہ میں نے قبول کیا۔ پھر وہ چوتھے آدمی کو دے کر حتی کہ اسقاط باندھنے والوں کو پہنچ جائے پھر اسقاط کرنے والا یعنی صدر دائرہ اس پر یہی الفاظ بول کر دوسری بار گھمایا کرتے ہیں پھر تیسری بار بھی ایسا دھرایا جاتا ہے، بعض لوگ ایسے کرتے ہیں کہ پہلی بار اس مال اسقاط کو برائے فدیہ نمازوں کے گھماتے ہیں دوسری دفعہ فدیہ روزوں کے لئے پھر تیسری بار ایمان و نذور و کفارات کے لئے۔ یعنی تمام طریقے صحیح ہیں۔ جب اس عمل کو ختم کریں۔ تو پھر تمام اللہ تعالیٰ سے مغفرت میت اور اس حیلے کی قبولیت برائے فدیہ اسقاط عن جمیع ما فاتہ کیلئے دعا کرتے ہیں، پھر اس مال نقد وغیرہ ولی میت کو ھبہ کرتے ہیں۔ پھر ولی میت جتنی مقدار چاہے اس دائرے پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید کے نسخے

حاشیہ ؒ فدیہ الخ یعنی جتنی مقدار فدیہ اس مال سے ہوتا ہے "

وغیرہ کو بھی صدقہ دیتے ہیں۔ اور یہ مذکورہ مروجہ حیلہ جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے
مذہب میں جیساکہ تتار خانیہ وغیرہ کی عبارت گذری۔ مذہب علما ثناء ان
کل حیلۃ یحتال بھا الرّجل لیستخلص بھا عن حرام او لیتوصل بھا
الیٰ حلال فھی حسنۃ " چنانچہ اس حیلہ کے ساتھ حلال کو وصول ہوتا ہے کیونکہ
ورثاء کو بغیر وصیّت من المیّت فدیہ دینا جائز و حلال تھا از روئے تبرّع۔ تو
اس حیلہ کے ساتھ توصّل حلال کو ہُوا۔ کہ فدیہ ادا کرنا ہے۔ کیونکہ حیلہ کی معنی
یہ ہے کہ اس کے ساتھ مقصود حاصل ہو جائے خفیہ راستے و مباح طریقے
کے ساتھ۔ یا فکر کا پھرنا اس حد تک کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ جیساکہ یہ معنی
پہلے گزرے ہیں۔ اور بالضرور اس مال نقد وغیرہ کو بین الرجال ایک دوسرے
کو ھبہ کرنا و درمیان میں دَور کرنا مباح چیز ہے۔ لہٰذا یہ حیلہ جائز ہے یعنی
اس حیلہ کے ساتھ میّت سے سہل طریقے پر فدیہ ادا ہو جائے گا۔ یعنی
ورثاء کو زیادہ نقصان نہ ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر فعل انسان
ناقص ہے قبولیّت صرف خدائے ذوالکرم سے فضل و احسان ہے پس جب
ولی میّت نے اس کے بارے میں یہ حیلہ تجویز فرمایا اور میّت کے ساتھ احسان
کیا۔ تو اللہ تعالیٰ سے بھی یہ امید ہے کہ میّت سے احسان کریں۔ بدلیل
قولہ تعالیٰ، اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
اور غالبًا میّت کے اکثر حالات اس حیلہ کا تقاضا رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر
ایک کے لئے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ میّت کے حالات پانچ قسم کے ہیں۔ تتبع
و استقراء کے لحاظ سے نہ از روئے حصر۔ پہلی قسم وہ میّت جس نے کچھ مال
بھی نہ چھوڑا ہو۔ اگر اس کے لئے یہ دَور اسقاط کیا جائے تو بہتر ہے بات برابر ہے
کہ وارث اپنے مال سے تبرّع کرے یا کسی سے قرض لے۔ یا ھبہ طلب کرے

یا اجنبی اپنی مال سے تبرع کرے ۔ دوسری قسم ۔ وہ میت کہ جس نے مال چھوڑا ہو لیکن وصیت نہ کی ہو ۔ تو اس صورت میں وہ بھی مفلس کی طرح ہے تو اس کے لئے بھی مناسب ہے کہ دَورہ اسقاط کیا جائے تبرعًا لا وجوبًا ۔

تیسری قسم وہ میت کہ اُس نے مال تو چھوڑا ہو لیکن وصیت تیسرے حصے سے کم کی ہو ۔ اور ما اوصیٰ بہ ، اُس کے ما فاتہ کے لئے کافی نہ ہو ۔ تو اُس کے لئے بھی مناسب ہے کہ دَورہ اسقاط کیا جائے ۔

چوتھی قسم وہ میت کہ جس نے مال بھی چھوڑا ہو اور ثلث مال کی وصیت بھی کی ہو لیکن یہ ثلث مال ، ما فاتہ کے اسقاط کے لئے کافی نہ ہو تو اُس صورت میں بھی حیلہ اسقاط مناسب ہے ۔

پانچویں قسم وہ میت کہ وہ غنی ہو یعنی مال بھی چھوڑا ہو اور وصیت بھی کی ہو ۔ کہ میری ، ما فاتہ ، کے لئے فدیہ دیدیں ۔ تاکہ میرا ذمہ فارغ ہو جائے اور ثلث مال بھی ما فاتہ ، کے لئے کافی ہوتا ہو ۔ تو ورثاء پر واجب ہے کہ اتنی مقدار فدیہ دیدیں ۔ اس صورت میں حیلہ کا اختیار کرنا یعنی فدیہ نہ دینا ناجائز و مکروہ ہے ۔ کیونکہ تتارخانیہ میں لکھا ہے ۔

مذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال بها الرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه فهى مكروهة ، کیونکہ فدیہ حق فقراء ہے ۔ اور ثلث مال بھی کفایت کرتا ہے ۔ حالانکہ میت نے وصیت بھی کی ہے ۔ تو فدیہ دینے سے انحراف کرنا حیلہ کو ابطال حق الغیر ہے ۔ اور یہ ناجائز ہے ۔ چونکہ ہمارے علاقوں میں اکثر وصیت نہیں ہوتی تو اس لئے عام لوگوں کے لئے یہ حیلہ

حاشیہ ۔ یہ میت کے پانچ اقسام کتاب رفع الخلاف سے منقول ہیں صفحہ چہارم

اسقاط کیا جاتا ہے۔ اور یہ حیلہ صرف تکثیر مال کے لئے ہے کہ مال زیادہ ہو جائے اور اس کے ساتھ میت کا ذمہ فارغ ہو جائے۔ تفضلاً مِن اللہ۔ لہٰذا اسی وجہ سے کہ یہ حیلہ جائز ہے۔ علامہ شرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ نے مراقی الفلاح میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ علامہ شرنبلالی الحنفیؒ کے متعلق مولانا عبدالحیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ مرحوم تعلیقات علی الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃؒ میں لکھتے ہیں۔ وکان مِن اعیان الفقہاء و فضلاء عصرہ الخ

ترجمہ۔ نمبر ا یعنی شرنبلالی صاحب عمدہ ترین فقہاء میں تھے۔ اور اپنے زمانے کے فاضلوں میں سے تھے۔ ان کا عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ وان لم یوصی ومتبرع عنه ولیه او اجنبی جاز ان شاء الله وان لم یکف ما اوصیٰ به المیت عمّا علیه او لم یکف ثلث ماله او لم یوصی بشئ و اراد احدٌ التبرع بقلیل لایکفی فحیلتهٔ لابراء ذمة المیت عن جمیع ما علیه ان یدّفع ذٰلك المقدار الیسیر بعد تقدیرہ لشئ من صیام او صلاۃ او نحوہ ویعطیه للفقیر بقصد اسقاط مایرد عن المیت۔ فیسقط عن المیّت بقدرہ ثمّ بعد قبضه یهبه الفقیر للولی او للاجنبی ویقبضه لتتمّ الهبة وتملك ثمّ یدفعهٔ الموهوب له للفقیر بجهة الاسقاط متبرعًا به عن المیّت فیسقط عن المیّت بقدرہ ایضًا ثمّ یهبه الفقیر للولی او للاجنبی ویقبضه

حاشیہ نمبر ا ابو الاخلاص الشرنبلالی حسن بن عمار بن یوسف الوفائی المصری الفقیه الحنفی المدرس بالازهر ولد سنة ۹۹۴ وتوفی بمصر سنة ۱۰۶۹ ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین واٰثار المصنفین ص۲۹۲

ثم یدفعه الولی للفقیر متبرعًا عن المیت و هکذا یفعل مرارًا حتیٰ یسقط ما کان بظنه علی المیت من صلاة وصیام ونحوهما مما ذکرناہ من الواجبات و ھذا ھو المخلص فی ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ بمنه وکرمه

مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۹ بحث اسقاط الصلاۃ والصوم

ترجمہ: اگر میت نے وصیت نہ کی ہو۔ اور ولی نے فدیہ دینے میں تبرع کیا یا اجنبی شخص نے تبرع کیا تو انشاء اللہ جائز ہے۔ اور اگر میت نے وصیت جتنی مقدار کی ہو اتنی مقدار مافاتہ کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ یا وصیت تیسرے حصے کا کیا تھا لیکن یہ تیسرا حصہ (بھی) مافاتہ کے لئے کافی نہیں یا میت نے وصیت (ہی) نہ کی ہو تو کسی (وارث یا اجنبی) نے کم مقدار مال کا تبرع کیا۔ جو متروکات یا نواقص کے فدیہ کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ تو اس کا حیلہ تمام ما علیہ سے میت کا ذمہ فارغ ہونے کے لئے۔ یہ ہے کہ اتنی مقدار کچھ نماز یا روزہ سے فدیہ کا اندازہ لگا کر ایک فقیر کو بقصد اسقاط عن ذمۃ المیت دیدے تو اتنی مقدار میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔ پھر فقیر قبض کرنے کے بعد ولی میت کو یہ مال بخش دے۔ یا اجنبی کو بخش دے ولی یا اجنبی اس مال کو قبض کرے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے۔ اور ولی یا اجنبی کے ملک میں آجائے۔ پھر یہ مال موہوب لہ یعنی ولی یا اجنبی فقیر کو بطور اسقاط دے دے از روئے تبرع تو میت کے ذمہ سے اتنی مقدار ساقط ہو جائے گی پھر فقیر ولی یا اجنبی کو بخش دے کہ ولی اُس (مال) کو قبض کرے پھر ولی فقیر کو دے دے بطور اسقاط۔ اسی طرح چند بار یہ عمل کیا جائے تاکہ میت کے ذمہ سے جتنی نمازیں یا روزے وغیرہ واجبات مثل صدقۃ الفطر و صدقۃ المنذورۃ وغیرہ جو کہ ہم نے بیان کئے ہیں اتنی جتنا کہ گمان ہو تاکہ وہ ساقط

ہوجائیں یعنی یہ عمل اتنی بار مکرّر کرے کہ جتنا گمان ہو۔ تاکہ وہ ساقط ہوجائیں اور یہ حیلہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس ما وجب فی ذمّۃ المیّت سے سبب خلاصی ونجات کا ذریعہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ خداوند پاک کے فضل وکرم سے ۱۲

انتہیٰ

علامّہ طحطاوی اسی مقام پر درمنتقی کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

فی الدّر المنتقی انھم اذا ارادوا الاخراج عنه یحسب عمره بغلبۃ الظنّ ویخرج منه مدّۃ الصبا وھی اثنا عشر فی الغلام وتسعۃ فی الانثیٰ ویخرج عنه بقدر ما ان کان عندھم مایکفی والاتدفع مرارًا اھ وذلك لاحتمال نقصان صلاتہ بترك رکن اوشرط فان الکثیر من النّاس لایحسن اداءھا۔

ترجمہ۔ کتاب درمنتقی میں لکھا ہے کہ ورثاء کو چاہئے کہ جب وہ فدیہ کا ارادہ کریں۔ تو میّت کے عمر کو غلبہ ظن سے حساب لگائیں کہ مثلاً اتنی عمر ہوگی۔ پھر اس سے بچپن کا عمر نکال لیں۔ کہ وہ لڑکے کا بارہ سال ہے اور لڑکی کا نو سال پھر اگر ان کے پاس فدیہ دینے کے لئے ہو تو ان سالوں کے حساب سے اتنی مقدار میں فدیہ دیں۔ ورنہ پھر چند بار فقیر کے ساتھ ایسا معاملہ کریں (یعنی دور اسقاط کریں) علامّہ طحطاوی کہتے ہیں۔ کہ یہ اس لئے کیا جائے کہ شاید نماز میں کچھ نقصان وکوتاہی ہوئی ہو رکن یا شرط کے رہ جانے سے۔ کیونکہ بہت سے لوگ نماز اچھے طریقے سے ادا نہیں کرتے ہیں۔ انتہیٰ

اور منحۃ الخالق علی بحر الرائق میں بحث کے دوران فرماتے ہیں۔

فحینئذٍ یجمع الوارث عشرۃ رجال لیس فیھم غنیّ لقوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین الاٰیۃ ولاعبد ولامجنون

لانّ هبتهم لا تصحّ ثمّ يحسب سنّ الميت فيطرح منه اثنا عشر
سنة لمدّة بلوغه ان كان الميّت ذكرًا و لتسع سنين ان كانت
انثى لانّ اوّل مدّة بلوغ الرّجل اثنى عشر سنة ومدّة بلوغ
المرأة تسع سنين. ثمّ يأخذ الوارث من مال اليتيم وجوبًا ان اوصى
واستحبابًا ان لم يوص اربعة الاف درهم واثنين وسبعين
درهمًا او شيئًا قيمة ذلك او يأخذ الاجنبى من مال نفسه تبرّعًا
مقدار ما ذكر فيه ور المسقط بنفسه وارثًا كان او غير وارث
او يوكل غيره فيقول المسقط او وكيله لواحدٍ من الفقراء
هكذا فلان ابن فلان ويذكر اسمه واسم ابيه فاتته
صلوات سنةٍ هذه فديتها من ماله تملكك ايّاها ويعلم انّ
المال المدفوع اليه صار ملكًا له ثمّ يقول الفقير هكذا وانا
قبلتها او تملكتها منك فيدفع المعطى ويُسلّم اليه فيقبضُ
المعطى فحينئذٍ تصير فدية صلوة سنة كاملة مؤداة ثمّ يفعل
مع فقير اٰخر هكذا الى ان تتمّ العشرة فحينئذٍ تتمّ فدية عشر
سنين مؤداةٍ فى دور واحد ثمّ يفعل هكذا مرّة اُخرى ثمّ وثمّ
الى ان تتمّ فوائته بحسب الحساب فاذا اتمّت فدية فوائته من
الصّلاة يقول المعطى لفقير واحد من تلك العشرة هكذا فلان ابن
فُلان ملكك سائر ما وجب عليه من ماله ان كانت الميّت ذكرًا
وان كان انثى يقول فلانة بنت فلان ملكتك جميع ما وجب
عليها فى مالها ويفعل مع كلّ فقير كذلك. فيعترفون كلّهم
بالقبول ثمّ يهبونه المال فيأخذه صاحبه وارثًا كان

اوغیر وارث ۔ ثم یتصدق علی الفقراء العشرة ما شاء من الدرا ہم
ولایجب تقسیم مال المذکور جمیعًا علی الفقراء ۔ وھذہ حیلة
شرعیة واللہ اعلم ۱۲ منحة الخالق علی بحر الرائق صـ ۹۸ جـ ۲

ترجمہ ۔ تو اس وقت وارث دس آدمی جمع کریں کر ان میں دکوئی) غنی نہ ہو
کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔ کہ صدقات بے شک مساکین و فقراء کے لئے
ہیں ۔ اور نہ دبھی ان میں) غلام ہو اور نہ ان میں چھوٹا لڑکا ہو ۔ اور نہ دبھی)
دیوانہ ہو ۔ کیونکہ ان کا ہبہ صحیح نہیں ہے ۔ پھر میّت کے سالوں کا حساب کرے
اگر میّت مذکر ہو تو اس دعمر کے حساب) سے بارہ سال نکالے اگر میّت مؤنث
ہو تو نو سال کم کرے ۔ کیونکہ اول مدّت بلوغ آدمی کا بارہ سال ہے ۔ اور اول
مدّت بلوغ عورت کا نو سال ہے ۔ پھر وارث مال یتیم سے وجوباً لے اگر
میّت نے وصیّت کی ہو ۔ یا بطریق استحباب ۔ اگر وصیّت نہ کی ہو ۔ یعنی مبلغ
چار ہزار بہتر ۴۰۷۲ درہم یا دوسری چیز اتنی قیمت کی لے لے یا اجنبی آدمی اپنے مال
سے اتنی مقدار تبرع کریں ۔ تو اسقاط کرنے والا اپنے آپ خواہ وارث ہو یا
غیر وارث یا دوسرے آدمی کو وکیل بنا دیں تو اسقاط کرنے والا یا وکیل ان میں سے
ایک فقیر کو بولے کہ یہ فلاں ابن فلاں اس کا نام اور اس کے والد کا نام ذکر
کرے کہ یہ فدیہ اُس کی تمام سال فوت شدہ نمازوں کا ہے ۔ ہم آپ کو یہ
دیتے ہیں بطریق تملیک ۔ اور حال یہ ہوگا کہ فقیر قبض کرنے والا یہ سمجھتا ہو کہ یہ
میرا ملک ہوگیا ۔ یا یہ معنی ہے کہ اس پر یقین کرے کہ یہ میرا ملک ہوگیا ۔ پھر
فقیر اس طرح کہے کہ ہم نے قبول کیا ۔ یا ہماری ملکیّت میں آیا ۔ تو یہ فقیر پھر معطی
یعنی مالک کو دے گا ۔ اور مالک اس کو قبض کرے تو اس طرح پورے سال
کا فدیہ ادا ہوگا ۔ پھر وارث دوسرے فقیر سے ایسا کرے ۔ حتی کہ اُن دس آدمیوں

دیں، سے ہر ایک ا کے ساتھ ایسا کرے تو دس سالوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا پھر اس طرح دوبارہ کیا جائے حتی کہ ان کا بحسب حساب سالوں کی فوائت نمازوں کا فدیہ پورا جائے جب یہ پورا ہو جائے تو معطی ان میں سے ایک فقیر کو بولے کہ فلان ابن فلان آپ کو مالک کرتا ہے تمام ما وجب علیہ سے اُس کے مال میں اگر میّت مؤنث ہو تو یہ کہے کہ فلانۃ بنت فلانۃ آپ کو مالک کرتا ہے تمام ما وجب علیہا سے اُس کے مال میں۔ اور اسی طرح ہر فقیر کے ساتھ ایسا کیا جائے تو وہ تمام فقراء قبول پر اعتراف کریں۔ پھر فقراء وارث کو مال ھبہ کریں۔ صاحب یعنی معطی وہ مال لے لے۔ وارث ہو یا غیر وارث پھر وہ اُن فقراء پر کوئی چیز صدقہ کرے جو اُس کی مرضی ہو اور یہ واجب نہیں کہ تمام مال فقراء پر تقسیم کرے۔ یعنی حیلہ کے بعد غنی کو بھی دینا جائز ہے یا اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہو" اور یہ حیلہ جو مذکور ہوا حیلہ شرعی ہے۔ منحۃ الخالق علی بحر الرائق۔

اما قوله فلان ابن فلان ملکک الخ اس عبارت کے دو توجیہ ہیں ایک یہ کہ قلب پر محمول ہے۔ یعنی یقول المعطی لفقیر واحد من تلك العشرة هكذا ملكك سائر ما وجب عليه من مال فلان بن فلان المتوفی الخ۔ دوسرا یہ کہ کاتب سے غلطی ہوئی ہے، یعنی املکک کی جگہ ملکک لکھا ہے۔ اور کچھ تقدیم و تاخیر بھی کی ہے۔ حالانکہ اس صاحب کی عبارت جو پہلے گذری ہے نملکک ایاها الخ اُس کے صحت پر گواہی دیتی ہے۔ لہذا صاحب منحۃ الخالق پہر اعتراض وارد نہ ہوا کہ اُس نے میّت کو نسبت کیا ہے۔ حالانکہ میّت تملیک پر قادر نہیں ہے ۱۲ فافہم۔

اور اس طرح کلام ملکتک میں بھی ہے۔ محمد علاؤ الدین ابن عابدین حنفی المذہب

المعروف بالشامی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ثامنہ کو بحث اسقاط میں تالیف
کیا۔ اُس کا نام "منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمۃ من کثیر
وقلیل" رکھا۔ اس رسالہ کے ابتداء میں رقمطراز ہیں۔ سبب تالیف بیان کرتے
ہیں "لم یفرد لمسائلہا فیما اعلم مؤلف ولم یسبق فی احکامہا مصنف
مع انہا من اھم المہمات الدینیۃ والفرائض العینیۃ حملنی علی
جمعہا ما رایتہ وسمعتہ من بعض جہلۃ الائمۃ من الاخلال بما
یتعلق باسقاط ما فی الذمۃ واستعین بالمولی المفیض للخیر والجود
ان یحفظہا من شر کل حسود واسألہ تعالی الذی بحبہ تعالی و
بنعمۃ التی علینا فی کل لحۃ تتوالی ان ینفع بہا کما نفع باصلہا
انہ علی ما یشاء قدیر وبالاجابۃ جدیر وسمیتہا منۃ الجلیل
ذیل شفاء العلیل الخ مجموعۃ رسائل ص ۲۰۸/۱
ترجمہ۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ مسائل اسقاط کے متعلق جتنا ہمیں علم ہے
کسی مؤلف نے ایک مستقبل تالیف نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی کبھی مصنف نے
احکام اسقاط میں سبقت کیا تھا۔ باوجودیکہ مسائل اسقاط اہم مسائل
مہمات دین اور فروض اعیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مسائل اسقاط
کے جمع کرنے یعنی تصنیف میں اس لئے میں باعث ہوا کہ ہم نے بعض ائمہ
جہال دیکھتے تھے اور بعض سے سنتے تھے کہ وہ مسائل اسقاط میں خلل
ونقصان کرتے تھے (یعنی اس وجہ سے میں نے اسقاط کے بارے میں
علیحدہ تالیف کی)) اور میں مولی مفیض خیر وکرم سے مدد و دعا چاہتا ہوں
کہ اس تالیف کو ہر حاسد کے شر سے حفاظت میں رکھیں۔ اور میں اس اللہ
تعالی سے کہ جس کی محبت کی وجہ سے ہم بلند واونچے ہوتے ہیں اور اُس کی

نعمت جو پے در پے ہم پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس تالیف سے لوگوں کو نفع پہنچائے جیساکہ لوگوں نے اس کے اصل سے نفع حاصل کیا ہے (یعنی شفاء العلیل) کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شک جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے اور اجابت کے لائق ہے ۱۲ پھر فرماتے ہیں

ثم اقول بیان الاسقاط و الکفارۃ و الفدیۃ وکونہ بوصیۃ من الشخص اولیٰ من ان یفعلہٗ عنہ وارثہ تبرعًا ۱۲ مجموعۃ رسائل ص۲۱۰

ترجمہ۔ پھر میں کہتا ہوں بیان اسقاط وکفارہ وفدیہ اور اسقاط دینا بوصیت سے بہتر ہے اس سے کہ اس کے ورثاء اسقاط دے از روئے تبرع واحسان یعنی بہتری وصیت میں ہے اگر وصیت کے بغیر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔

پھر کہتا ہے۔ و دفع القیمۃ افضل لانھا انفع للفقیر الا زمن الفاقۃ والقحط والعیاذ باللہ۔ مجموعۃ رسائل ص۲۱۱

اسقاط میں قیمت کا دینا طعام سے افضل ہے کیونکہ فقیروں کے لئے یہ زیادہ نافع ہے۔ مگر زمانہ فاقہ وقحط میں طعام افضل ہے۔ والعیاذ باللہ۔ علامہ ابن عابدین کفارات نماز کا دن وماہ وسال کا حساب کرتے ہیں کہ سال کے لئے کفارہ تین غرائر ونصف غرارہ گندم الا اثنی عشر مداً (لہذا یہ بہت زیادہ مقدار ہے اسے کوئی ادا نہیں کرسکتا اگر ان کے پاس نہ ہو تو لکھتا ہے) فیستقرض الولی قیمتھا ویدفعھا للفقیر ثم یستوھبھا منہ ویستلمھا منہ لتتم الھبۃ ثم یدفعھا لذلک الفقیر او لفقیر اٰخر وھکذا فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ وان استقرض اکثر من ذلک یسقط بقدرہ وبعد ذلک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم للاضحیۃ ثم للایمان لکن

لابدّ لکفارة الایمان من عشرة مساکین ولا یصح ان یدفع للواحد اکثر من نصف صاع فی یوم للنص علی العدد فیهما بخلاف فدیة الصّلاة فانه یجوز اعطاء فدیة صلوات لواحد. وکذا الزکاة ولوبدون وصیة علی المعتمد ومثلها الحج ویخرج عن کل سجدة تلاوة کفرض صلاة علی الاحوط وعن النوافل الّتی افسدها ولم یقضها وعن النذور والاضاحی وعن الزکاة والفطرة الّتی علی نفسه وعلی من تجب علیه فطرته والعشر والخراج الخ وعن الحقوق العباد المجهولة اربابها وعن الکفارات ثمّ بعد ذلك لابدّ ان یخرج عن سائر الحقوق البدنیة ثمّ یکثر من التطوّع لتکثر الحسنات الّتی یرضی بها الخصوم الخ.

ص ۲۱۱ مجموعه رسائل ابن عابدین وھکذا قال فی ص ۲۲۳/۱

ترجمہ: ولی میّت کسی اتنی مقدار میں قرض طلب کرے اور ایک فقیر کو دے پھر فقیر سے طلب ہبہ کرے۔ اور وہ چیز اس سے لے لے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے۔ پھر وہ چیز اس فقیر کو دے یا دوسرے فقیر کو۔ اور اسی طرح پھر اس سے طلب ہبہ کرے۔ کہ ہر بار فقیر کو دینے پر ایک سال کا کفارہ ساقط ہو جائے۔ اگر اس مقدار سے زیادہ طلب قرض کریں (یعنی مثلاً دو یا تین سال کے فدیہ کا مقدار) تو اتنے اندازہ میں ساقط ہو جائے گا اس کے بعد اسی طرح اس مال کو روزوں کے کفارہ کے لئے گھمائے۔ پھر قسموں کے کفارہ کے لئے گھمائے لیکن کفارۂ ایمان میں دس مساکین ضروری ہیں۔ یعنی ایک مسکین کو نصف صاع یا اس کی قیمت سے زیادہ ایک دن میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نص عدد میں

وارد ہے، بخلاف فدیہ نماز کے۔ کہ بہت نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو جائز ہے۔ اور اسی طرح زکوٰۃ کے لئے یہ دور کرے۔ اگرچہ بلا وصیت ہو قول معتمد کے اعتبار سے۔ اور زکوٰۃ کے مانند حج ہے۔ یعنی اس کے لئے بھی مال اسقاط گھمایا کرے۔ اور ہر سجدہ تلاوت کے لئے نصف صاع کا فدیہ نکال لے احتیاط کے لحاظ سے۔ اور جو نوافل اس سے فاسد ہوئے ہیں اور اس نے قضا نہیں لایا ہے ان نوافل کے لئے بھی دور کریں اور زکوٰۃ و صدقہ فطر کے لئے بھی اور حقوق العباد جب کہ اُن صاحبان کے نام معلوم نہ ہوں اور کفارات کے لئے بھی دورہ کریں پھر یہ ضروری ہے کہ سارے حقوق بدنیہ کے لئے یہ مال اسقاط گھمائے پھر اس کو از روئے نفل گھمایا کرے تاکہ نیکیاں بہت ہو جائے کہ اس سے خصم راضی ہوتا ہے۔ الخ پھر فرماتے ہیں۔ والمنصوص علیه فی المذهب وعلیه العمل ان یجمع الوارث عشرة رجال لیس فیهم غنیّ ولا عبد ولا صبی ثمّ یحسب سنّ المیّت فیطرح منه اثنتا عشرة سنة لمدّة بلوغه ان کانت المیت ذکرًا وتسع سنین ان کان انثی وان لم یعلم سنه فیقدر عمر الشخص بغلبة الظنّ فان لم یوقف علیه قصد الی الزیادة لان ذلك احوط ثمّ بعد التّخمین علی عمره یسقط عنه ما ذکر من مدّة الذّکر والانثی ویخرج الکفارة عن الباقی ۳۱۱، ترجمہ۔ اور جس چیز پر مذہب میں تصریح واقع ہوا ہے اور اس پر عمل بھی ہے وہ یہ ہے کہ وارث دس آدمی جمع کریں ان میں غنی و غلام و لڑکا اور دیوانہ نہ ہو پھر میت کے (عمر کے) سالوں کا حساب لگائیں اگر میت مذکر ہو تو بارہ سال نکال لے اگر مونث ہو

تو ۹ سال نکال لے۔ اگر سالوں کا علم نہ ہو تو غلبہ ظن سے حساب لگائے ورنہ پھر زیادہ حساب لگائیں۔ کیونکہ اس میں احتیاط ہے پھر اس تخمینی اندازے سے مذکر و مؤنث کا اول مدت بلوغ نکال کر مابقی عمر سے کفارہ نکال لیں۔ ۱۲۔ پھر فرماتے ہیں۔ ومما تعارفه الناس ونص علیه اهل المذهب ان الواجب اذا کثر ادار و صرة مشتملة علی نقود او غیرها کجواهر او حلی او ساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة الخ ثم بعد ذٰلك کله ینبغی ان یتصدق علی الفقراء بشئ من ذٰلك المال او بما اوصی به المیت ۱۲ مجموعة رسائل ۲۱۲/۱
ترجمہ۔ اور جو لوگوں میں متعارف اور اہل مذہب نے تصریح کیا۔ وہ یہ ہے کہ واجب جب بہت ہو جائیں تو لوگ ایک ہمیانی گھمایا کرے جو کہ نقد مال یا غیر نقد مال مثلاً جواہر و زیورات و گھڑی پر مشتمل ہو اور لوگوں نے قیمت کے اعتبار سے یہ بنا کیا ہو (یعنی ان جواہر و زیورات وغیرہ کا قیمت متعین کیا ہو) پھر اس حیلہ اسقاط کے مکمل کرنے کے بعد کچھ رقم فقیروں کو صدقہ دیں۔ یا جس کی میت نے وصیت کی ہو وہ نکال کر تقسیم کریں۔
پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ هکذا ینبغی ان یفعل وان کان الشخص محافظاً علی صلوٰته احتیاطاً خشیة ان یکون وقع خلل ولم یشعر به ص۲۱۲ مجموعة رسائل۔ ترجمہ۔ اس طرح مناسب ہے کہ یہ دور اسقاط کیا جائے از روئے احتیاط۔ اگرچہ وہ شخص نمازوں کا محافظ ہی ہو۔ کیونکہ خدانخواستہ کہیں اس سے نماز میں خلل واقع ہوئی ہو اور اسے اسکا علم وخبر ہی نہ ہو؛
احتیاط یہ کہ اسقاط کرنے والا وارث ہو ۱۲ عبارت ملاحظہ فرمائے

ولكن لا يخفى ان الاحوط ان يباشره الوارث بنفسه اويقول لاخر وكلتك بان تدفع لهؤلاء الفقير هذا المال لاسقاط كذا عن فلان وتستوهب لى من كل واحد منهم الى ان يتم العمل

مجموعہ رسائل لابن عابدین ص ۲۲۱

ترجمہ۔ لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وارث بذات خود دوراسقاط کرے۔ یا دوسرے آدمی سے کہے کہ میں نے تمہیں وکیل کر دیا۔ کہ یہ مال فقیروں کو دیں۔ تاکہ میت سے اسقاط ہو جائے۔ پھر ان فقیروں سے میرے لئے طلب ھبہ کریں حتی کہ یہ عمل پورا ہو جائے۔

پھر فرماتے ہیں۔ والاحوط ان یباشرہ الوارث بنفسہ وان کانت الوکالۃ العامۃ کافیۃ بان یوکلہ وکالۃ دوریۃ لاخراج مافی ذمۃ المیت من سائر حقوق اللہ تعالیٰ وحقوق عباد المجہولۃ اربابہا بالمال الذی اعطاہ ایاہ ویجعلہ رسولاً فی قبض الہبۃ لہ نعم اذا کان الولی جاہلاً فلا بد حینئذٍ من توکیل من یدرک ذلک کلہ من اہل العلم والصلاح علی الوجہ الذی ذکرناہ والذی نذکرہ بل یتعین ذلک الوکیل لیسقط عما فی ذمۃ المیت ویتخلص من العہدۃ ان شاء اللہ ۔ مجموعۃ رسائل ص ۲۲۲

ترجمہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وارث بذات خود یہ دوراسقاط کرے اگرچہ وکالت عامہ کافی ہے کہ کسی کو وکیل بنائے دور وکالت۔ تاکہ میت کے ذمہ جو حقوق اللہ یا حقوق العباد نامعلوم مالکان کے ہیں وہ فارغ کرے اس مال سے جو ولی میت نے وکیل کو دیا ہو۔ اور اس کو قبض ہبہ پر رسول بنائے۔ ہاں اگر ولی میت جاہل ہو تو وکیل بنانا ضروری ہے اس

شخص کا جس کے متعلق اُسے معلومات ہو اہل عِلم و صلاح سے اس طریقہ سے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جو ہم ذکر کرتے ہیں بلکہ وکیل کو متعیّن کرکے ۔ تاکہ میّت کے ذمّہ سے سقوط کرے ۔ اور مافاتہ سے اُس کا ذمّہ بری ہو جائے ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲

ہمارے علاقے میں اِسقاط کا امر اہل علم و صلاح والے کرتے ہیں ۔ کیونکہ ولی میّت اس کو اچھی طرح سے نہیں جانتے اسی وجہ سے وہ اہل علم کو وکیل بناتے ہیں اس دور اسقاط پر عبارت ملاحظہ فرمائیے ۔ واما قولہ فالاحوط الخ ھذا کلہ اذا کان یحسن ذلک کما ذکرناہ وان لم یحسن ذلک فیلقنہ من یحسن ذلک من اھل العلم ان امکن والا فتکون الوکالۃ لاحد اھل العلم العارفین بذلک ولا ینبغی ان یتساھل فی ھذا الامر فان بہ نجاۃ الانسان من عذاب اللہ تعالیٰ وغضبہ قال اللہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ص۲۳۳ ج۱ مجموعہ رسائل

ترجمہ : ہرکہ یہ قول ہے کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ ولی میّت بذات خود مباشر اسقاط ہو وہ تب کہ ولی میّت یہ طریقہ جانتا ہو اگر (وہ یہ طریقہ) خوب نہیں جانتا تو ولی کو تلقین کرے کہ وہ شخص جو خوب جانتا ہو اہل علم وصلاح ہے جب کہ تلقین ممکن ہو اگر ممکن نہ ہو تو وکیل کیا جائے ایک اہل علم میں سے جو طریقہ اسقاط جانتا ہو ۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اسقاط کے امر میں تسامح وچشم پوشی کرے (یعنی ہر آدمی وکیل نہیں بنانا چاہیئے) کیونکہ اِس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب وغضب سے انسان کو نجات ملتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پوچھو اہل عِلم سے اگر تم نہیں جانتے ہو ۔

اس دائرہ اسقاط میں مندرجہ ذیل امور نہیں کرنا چاہیئے۔ یعنی ان چیزوں سے احتراز کرنا مناسب ہے۔

(۱) دینے والا شخص فقیر کو بلفظ استفہام نہ کہے آیا آپ نے یہ کفارہ قبول کیا فلاں کے نماز سے بلکہ یہ کہے کہ یہ کفارہ فلان ابن فلان کا لے لو۔ یا یہ کہے کہ یہ کفارہ نماز فلان ابن فلان کا ہے۔

(۲) جلدی قبول کرنے سے تمام ایجاب سے پہلے احتراز کرنا ضروری ہے۔ یعنی فقیر لفظِ قبلتُ وصی کے کلام کے بعد کہے اور وصی لفظ قبلتُ فقیر کے کلام ختم ہونے کے بعد کہے۔

(۳) اس بات سے بھی احتراز کرنا چاہیئے کہ کہیں میانی وغیرہ مال اسقاط فقیر کے ہاتھ میں یا وصی کے ہاتھ میں نہ رہ جائے بلکہ ہر بار ایک دوسرے کو دیتے رہیں تاکہ تسلیم کرنے اور ھبہ قبض سے کامل ہو جائے۔

(۴) اس دائرہ میں قاصر یعنی صبی یا معتوہ یعنی غیر عاقل یا غلام یا مدبر سے بھی احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ اگر وصی ان میں سے ہر ایک کو مال دیدے تو وہ اس مال کا مالک بن گیا۔ لیکن اُن میں سے ہر ایک کا ھبہ صحیح نہیں

(۵) اس دائرہ میں غنی و کافر بھی نہ ہو۔

(۶) اس سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے کہ اجنبی اس مال فدیہ کو گھمایا کرے مگر وکالت پر۔ کیونکہ اگر وکالت ہو تو جائز ہے ورنہ وصی یا وارث بذات خود ہو۔

(۷) اس سے بھی احتراز ضروری ہے کہ وصی مال دیتے وقت فقیر کو لحاظ مذاق و حیلہ رکھیں۔ بلکہ واجب ہے کہ مال اسقاط فقیر کو دیکر اس بات کا قصد وارادہ کرے۔ کہ فقیر کی ملکیت ہو جائے۔ از روئی حقیقت نہ کے از روئ

تحیل۔ اس لحاظ سے کہ اگر فقیر نے اس مال کے ہبہ سے وصی کو انکار کیا تو وہ مال فقیر کا ہوگا۔ اور فقیر کو ہبہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کہ یہ وصی کو ہبہ کرے (یعنی مراد یہ ہے کہ صحیح طریقہ و نیت سے یہ کام کیا جائے کہ وصی یا وارث کے ملک سے زائل ہو جائے اور فقیر کی ملکیت میں داخل ہو جائے)

⑧ فقیر کی دل شکنی سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے۔ یعنی اس حیلہ کے بعد فقیر کو راضی کریں جو اس کی مرضی ہو یعنی کچھ مال فقراء کو دیدیں تاکہ وہ خوش ہو جائیں یہ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص۲۲۵ کے عبارت کا ترجمہ ہے اختصار کی غرض سے عربی عبارت چھوڑ دی۔

⑨ اس دائرہ میں اس بات کا لحاظ بھی رکھنا چاہیئے کہ ہر فرد دائرہ قبض ورد کو جانتا ہو۔ یعنی اتنا اسکو معلوم ہو کہ قبض کے ساتھ میرا ملک ہو گیا اور جب دوسرے کو دیا تو میرے ملک سے زائل ہوا۔ یعنی اس دائرہ میں وہ نہ بیٹھے جس کو ایجاب و قبول کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اس دائرہ سے میت کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم اپنی نفع کے لئے کتنی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں اس چیز کے لئے بھی کوشش کرنا چاہیئے جس سے میت کو نفع حاصل ہوتی ہو۔ کیونکہ یہ حیلہ نفع اموات کے لئے جائز ہوا ہے لہذا اسے مندرجہ بالا طریقے سے صحیح نیت کے ساتھ کرنا چاہیئے۔

حاشیہ۔ نوٹ۔ یہ حیلہ اسقاط فقہاء کرام کے تعلیمات کے مطابق کرنا چاہیئے فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کے سالوں کا حساب لگائیں۔ اسکے بعد اول مدت بلوغ نکال کر (مؤنث و مذکر کا) پھر اس اندازے سے مال اسقاط گھمایا کرے یہی مناسب طریقہ ہے اگر کسی نے تخمینی لحاظ سے چند بار گھمایا تو وہ بھی جائز ہے۔ لیکن جتنا زیادہ گھمائے اتنا ہی میت کو زیادہ فائدہ و نفع ہے۔ ۱۲

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہمارا مروجہ حیلہ کتب فقہ سے بالکل مخالف ہے کیونکہ ماسبق عبارتوں سے معلوم ہوا کہ وارث یا وصی یہ مال اسقاط فقیر کو دے پھر وہ فقیر سے طلب ھبہ کرے پھر دوسرے فقیر کو دے اس سے بھی طلب ھبہ کرے الیٰ ھکذا ان یتم العشر۔ اور ہمارے علاقے میں ایسا ہے کہ ولی ان میں سے صرف ایک کو اجازت دیں۔ وہ اس پر الفاظ اسقاط کہہ کر اپنے دائیں والے آدمی کو دے وہ آدمی لفظ قبلتُ کہہ کر دوسرے آدمی کو لفظ وھبتُ سے دیتے ہیں الی آخرہ حتیٰ یتم۔ تو یہ طریقہ ظاہرًا کتب فقہ سے مخالف ہے۔

الجواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ مال اسقاط گھمانے کے لئے بہت سے طریقے ہیں اور ہر ایک طریقہ جائز ہے۔ کما قال فی مجموعہ رسائل۔

وللادارۃ الصرۃ طرائق

میانی گھمانے کے لئے بہت سے طریقے ہیں غالبًا ہمارا مروجہ طریقہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس میں زیادہ مشقت نہیں ہے وارث ہر بار استیہاب سے بھی بے نیاز ہوگا اور رجوع فی الھبہ سے بھی خالی ہے۔ چنانچہ اس کا بیان علامہ طحطاوی نے کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

نمایفعل الان من تدویر الکفارۃ بین الحاضرین وکل یقول للاخر وھبت ھذہ الدراھم لاسقاط ما علی ذمۃ فلان من الصلاۃ او الصیام ویقبلہ الاخر صحیح ثم لواخذھا احدھم عند قبضھا ولم یدفعھا واستقل بما یفوز بھا علی الظاھر والاولیٰ بعد تدویرھا ان یتساووا فیھا لانھم

انما حضروا ليعطوا منها فنفوسهم متشوقة للاخذ لاسيما المساكين منهم " طحطاوی علی الدر مختار ص۳۰۲ باب قضاء الفوائت

ترجمہ :- جواب کفارہ کو گھمایا جاتا ہے حاضرین کے درمیان ۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلاں کے ذمہ جو نماز یا روزے تھے یہ دراہم اس کے ذمہ سے بابت اسقاط آپ کو میں نے بخش دیئے ہیں اور دوسرا شخص یہ دراہم قبول کرتا ہے ۔ یہ صحیح کام ہے (یعنی یہ حیلہ بھی صحیح ہے اور گھما کر ایک دوسرے کو دینا بھی صحیح ہے) پھر اگر ایک شخص نے قبض کے وقت یہ مال اسقاط اٹھایا یعنی اس پر مستقل ہو گیا یعنی اکیلا ہی اٹھایا تو ظاہر میں اس مال پر کامیاب ہو گیا ۔ لیکن اولیٰ بات یہ ہے کہ گھمانے بعد اس کو فقیروں پر مساوات برابری سے تقسیم کریں کیونکہ وہ لوگ اس لئے ۔ حاضر ہو چکے ہیں تاکہ اس میں سے کچھ دیا جائے اور ان کے نفوس لینے کے مشتاق ہیں خصوصاً ان میں سے مساکین ۔ انتہیٰ قال المؤلف یفو ذ بہا علی الظاہر کے عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظاہراً تو مالک ہو گیا لیکن حقیقت میں اس کے لئے یہ مال لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس مال میں باقی افراد دائرہ کے حقوق بھی متعلق ہیں ۔ از روئے عرف یہ اس وقت کہ دائرہ والوں نے عمل ختم کیا ہو ۔ اگر ختم نہ کیا ہو تو بطریق اولیٰ جائز نہیں کیونکہ جو اس دائرہ سے میت کو نفع پہنچانا مطلوب تھا وہ مقصد فوت ہو گیا ۔ کما فی الطحطاوی "

لابد من تكرار القبض والدفع حتى ليسقط ما كان يظنه على الميت من صيام او صلوٰة ونحوهما من الواجبات وهذا هو المخلص في ذلك ان شاء الله تعالیٰ ص۲۳۹

باب الاسقاط طحطاوی مع المراقی ۔

قرآن مجید کا رکھنا مال اسقاط میں

قرآن مجید کا مال اسقاط میں رکھنا اور جنازہ سے مقدم لیجانا، قرآن مجید کے ادب کا لحاظ رکھنا مقصد شفاعت ہوتا ہے۔ اور شفیع کا حق یہ ہے کہ مقدم کیا جائے۔ اس کا اصل ایک حدیث ہے موطا امام محمدؒ میں لکھا ہے۔ اخبرنا مالك حدثنا الزهری قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یمشی امام الجنازة والخلفاء هلم جرا وابن عمر ای عبد الله ابن عمر ایضا کان یمشی امامها وکان من اشد الناس اتباع للناس

موطا امام محمد رحمه الله تعالیٰ مع تعلیق الممجد ص ۱۶۲

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمیں مالکؒ نے خبر دی ہے وہ زہریؒ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ سے پہلے جاتے تھے اور اسی طرح خلفاء کرام یعنی ہر ایک اپنی خلافت کے دوران ایسا کرتے تھے اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی جنازے سے پہلے جاتے تھے وہ لوگوں میں سنت کا زیادہ متابعت کرتے تھے۔ انتہی

لہٰذا اس زمانے میں قرآن مجید سے احسن شفیع کوئی نہیں ملتا ہے۔ تو اس وجہ سے مال اسقاط میں رکھکر جنازہ کے مقدم جنازہ گاہ لے جاتا ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی برکت سے میت پر رحم فرمائے۔

اور مال اسقاط میں قرآن مجید بھی گھمایا جاتا ہے

اس قرآن مجید کا مال اسقاط میں رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس حیلہ کو قرآن مجید کے ذریعہ قبول کریں یعنی قرآن مجید کی توسل سے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل بالقرآن ثابت ہے۔ "حاشیہ" یمشی ای قدامها لانه شفیع لها

حیث قال اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم ۱۲ ترجمہ اے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نازل کرے بواسطہ قرآن مجید یعنی اس کے برکت وطفیل سے قرآن مجید میں ہمارے لئے بیشمار فائدے ہیں بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگ جہالت وگمراہی سے نکل کر معرفت الٰہی وبصیرت وایمان وایقان کی روشنی میں کھڑے ہو جائیں نیز ہمارے روحانی وجسمانی بیماریوں کے لئے نسخہ شفاء ہے۔

غرض کہ قرآن مجید میں بہت فوائد ہیں اور منجملہ ان فوائد میں سے توسل بالقرآن مجید بھی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو لہذا قرآن مجید اس مال اسقاط کے ساتھ گھمایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جتنی رقم کی مالیت ہو اتنی مقدار میں فدیہ بھی ادا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا الآیۃ یعنی ای مسلمانوں سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ مفسرین کرام کی تصریح کے مطابق حبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور لوگوں کو تمسک بحبل اللہ سے علماً عملاً ظاہراً باطناً صراحتاً اشارۃً قولاً فعلاً کرنے کا حکم ہے چنانچہ اطلاق آیت سے بھی ظاہر ہوتا ہے پس مجوزین حیلہ اسقاط بصورت دوران قرآن اسی شئی کا مظاہرہ کرتے ہیں ۱۲ منہاج الاحتیاط

علاوہ ازیں دوران قرآن مجید کا ثبوت خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے چنانچہ حضرت امام ابو اللیث سمرقندیؒ لکھتے ہیں

حدثنا العباس بن سفیان عن ابن علیۃ عن ابن عون عن محمد عن عبد اللہ رضی اللہ عنھم	ترجمہ۔ امام ابو اللیث فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کیا عباس ابن سفیان نے وہ روایت کرتے ہیں ابن علیہ سے

قال . قال عمر رضـ - ایـهـا
المؤمنون اجعلوا القران وسيلة
لنجاة الموتى فتحلقو وقولوا
اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة
القران المجيد وتناوبوا بايديكم
متناوبة وفعل عمر رضى الله
عنه فى اخر الخلافة مثله
فى زمانه لامرأة ملقبة
بحبيبة بنت عربد زوجة
قلاب (وفى نسخه ملاب)
بجزء القران من ومالى لا اعبد الى
عمّ يتساءلون
وشاع فعله فى زمان
خلافة عثمان رضى الله
تعالى عنه بانكار
مروان بعناد وقال
الامام السمرقندى ثم
اشتهر فى خلافة هارون
الرشيد رحمة الله عليه
من غير انكار نكير
دوران القرآن

وہ ابن عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ
سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا ۔

اے مؤمنو! قرآن کو مردوں کی
نجات کا ذریعہ بناؤ ۔

پس حلقہ باندھو اور کہو اے اللہ
اس میّت کو اس قرآن کی حرمت سے
بخش دے اور باری باری ایک
دوسرے کے ہاتھوں قرآن لیتے رہو
حضرت عمرؓ نے خلافت کے آخر زمانہ
میں اسطرح ہی حیلہ کیا ایک عورت
کے لئے ۔ جو حبیبہ سے ملقب عربد
کی بیٹی تھی اور قلاب کی بیوی تھی (
اور ایک نسخہ میں ملّاب نام ہے) یعنی
قرآن مجید کے ایک جزو من ومالی لا اعبد سے
لیکر آخر عمّ یتساءلون تک اس کے ساتھ
یہ حیلہ کیا اور حضرت عمر کا یہ فعل زمانہ خلافت
عثمانؓ میں مشہور ہوا لیکن مروان نے از
روئی عناد انکار کیا ۔ امام سمرقندیؒ فرماتے
ہیں کہ یہ طریقہ پھر مشہور ہوگیا ۔

لحیلة الاسقاط فأصله ثابت عن عمر رضی الله تعالیٰ وان لم یذکر فی الکتب المشهورة من الاحادیث ولکنه مذکور فی الکتب من التواریخ بسند قوی کما قال المؤرخ صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابی مسلمة عن ابی موسیٰ رضی قال فعل عمر رضی الله تعالیٰ عنه تدا ورجزء القرآن فی حلقة عشرین رجلاً بعد صلاة الجنازة لامرأة ملقبة بحبیبة ولرجل من قبیلة الانصار ماحفظنا اسمه وثبت بهذا السند ایضاً اخبرنا سعد عن ایوب عن جمیع عن عبد الرحمن بن ابی بکر رضی الله عنه انه اوجد دوران القرآن

ہارون الرشید کے خلافت کے دوران یعنی حیلہ اسقاط کے لئے دوران قرآن بھی کیا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو اس کا اصل حضرت عمرؓ سے ثابت ہے ۔ اگرچہ حدیث کی مشہور کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن تاریخ کے بعض کتابوں میں قوی سند کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ مؤرخ صاحب فتوح نے کہا ہے کہ ہمیں خبر دی ابو عاصم نے وہ ابن جریج سے وہ ابن شہاب زہری سے وہ ابو مسلمہ سے وہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ حضرت عمرؓ نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں نماز جنازہ کے بعد ایک عورت جس کا لقب حبیبہ تھا کے لئے قرآن مجید کا جز گھمایا الخ اور ایک انصاری کیلئے جس کا نام ہمیں یاد نہیں اور اسی سند سے بھی ثابت ہے کہ ہمیں سعد نے بیان کیا ہے ۔ وہ ایوب سے اور وہ جمیع سے اور وہ عبد الرحمن بن ابی ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ دوران قرآن کا

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والقرآن شافع للمؤمنین حیاتاً و بعد ممات انتہیٰ۔ فتاوے سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ	ایجاد حضرت عمرؓ نے کیا اور قرآن مجید مومنوں کے لئے زندگی میں اور بعد از وفات بھی شفاعت کرنے والا ہے۔ فتاوی سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لہٰذا امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑا فقیہہ ہے انہوں نے جو یہ روایت اپنے فتاویٰ میں درج کی ہے انہوں نے ضرور اس روایت کی سند اور اس کی رجال میں خوب تحقیق کی ہوگی پھر اس کے بعد اپنے فتاویٰ میں درج کیا ہوگا کیونکہ وہ ایسے حضرات میں سے نہیں کہ وہ ہمیں بغیر تثبت و تحقیق کے نقل کرلے۔ کیا خوب تحقیق لکھی ہے کہ یہ طریقہ عہد عثمانی میں مشہور ہوا لیکن مروان نے از روئے عناد انکار کیا یعنی اگر یہ غلط کام تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ہم عصر اور صحابۂ کرام موجود تھے تو کیوں اس ناجائز کام پر خاموش رہے۔ یعنی اگر واقعی ناحق تھا تو ایسے بڑے حضرات ضرور اس کا انکار کرتے حالانکہ ایک کتاب میں بھی منقول نہیں کہ اس عمل کا ان حضرت نے انکار کیا ہو اگر واقعی انکار کیا ہوتا تو ضرور ہمیں کسی نے نقل کیا ہوتا اور پھر ہارون الرشید کے زمانہ میں بھی مشہور ہوگیا اس وقت بھی کسی نے انکار نہ کیا حالانکہ اس وقت بھی بہت سے اعلیٰ حضرات موجود تھے اور ثانیاً مولوی عبد الغفور نے رفع الخلاف ص۔ میں کتاب درمصنفۂ حجۃ الاسلام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل کیا ہے یہ بھی برائے جواز موید ہوتا ہے۔ رواۃ حدیث پر تبصرہ مصنف منہاج الاحتیاط نے خوب

کیا ہے صفحہ ۲۹ سے لیکر صفحہ ۴۵ تک جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لیں۔ میں نے از روئے اختصار ترک کر دیا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ بہت بڑے فقیہہ عالم تھے تاہم فن حدیث میں ان کا کوئی درجہ نہیں ((جواب)) یہ ایک بے بنیاد جرح اور بے وزنی سوال ہے کیونکہ یہ صاحب رتبہ فقاہت کے علاوہ بہت بڑے محدث بھی تھے۔ کیونکہ ان دونوں میں اصول مناطقہ کے مطابق عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے جیسا کہ انسان اور حیوان میں یعنی ہر انسان حیوان ہے۔ اور ہر حیوان انسان نہیں اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ہر خاص میں عام پایا جاتا ہے۔ لیکن ہر عام میں خاص نہیں پایا جاتا جیسا کہ ہر مقید میں مطلق موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ مقید مطلق مع القید کا نام ہے، لیکن مطلق میں مقید نہیں پایا جاتا اور یہ ایک طبعی اور فطری قانون ہے کہ جس کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ الحاصل یہ ہم کہتے ہیں کہ اگر فقیہہ محدث نہ ہو تو پھر فقیہہ کیسے ہوگا۔ وجہ یہ کہ فقاہت کتاب وسنت سے استخراج مسائل کے ملکہ کا نام ہے۔ اور آدمی فقیہہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اسے کتاب وسنت پر کامل عبور ہو اور پھر ان سے علیٰ وجہ الکمل استخراج مسائل کی قدرت رکھتا ہو۔ گویا فقیہہ محدث سے مافوق رتبہ ہے۔ جب یہ حال ہو تو پھر یہ کہنا کہ فلاں فقیہہ ہے محدث نہیں روایۃً درایۃً ٹھیک نہیں موصوف صرف نمائشی محدث نہ تھے بلکہ ایک لاکھ احادیث حفظ ہونے کے وجہ سے حفاظ احادیث میں شمار ہوتے ہیں علوم وفنون فقیہہ صغار سے حاصل کئے آپ صرف چار واسطوں سے حضرت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں اور فقہاء کرام کے طبقہ ثالثہ میں شمولیت کے وجہ سے مجتہد فی المسائل کے منصب عظیم پر فائز ہیں امام موصوف کا فتاویٰ موجود ہے

لیکن اب مرورِ زمانہ کی وجہ سے نایاب ہے ۔ اور یہ کوئی قباحت و مذمت نہیں کیونکہ بہت سے ائمہ اسلاف ایسے گذرے ہیں کہ جن کی کتابیں آج بالکل دستیاب نہیں لیکن اس کے باوجود ان کے اقوال و افکار نقل در نقل ہو کر چلے آرہے ہیں اور آج تک کسی نامور اہل علم نے ان کے منقولات کا انکار نہیں کیا آپ کے بے مثل کردار کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی دروغ گوئی سے کنارہ کش رہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ۱۲ ملتقط از منہاج الاحتیاط ۱۲

علامہ خفاجی نسیم الریاض شرح شفا میں لکھتے ہیں ۔ السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ هذا هو الامام الجليل المعروف بامام الهدیٰ الفقیه الحنفی

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ فقیہ ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صاحب مفتاح السعادۃ وغیرہ نے فتاویٰ نہیں لکھا ہے تو اس کا فتاویٰ موجود نہیں ہے ،

الجواب :- اوّل عدم ذکر مفتاح السعادۃ وغیرہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فتاویٰ نہیں ہے ، کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ عدم الذکر لایدل علیٰ عدم الوجود یعنی ایک چیز کے نہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں ہوتا ہے کہ اس کا وجود بھی نہیں ہے ۔ بلکہ ہمارے لئے شاہدین عادلین موجود ہیں ۔

(۱) مولانا عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد البہیۃ میں لکھا ہے ، نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم ابو الليث الفقيه السمرقندی المشهور بامام الهدیٰ اخذ عن ابی جعفر الهندوانی عن ابی القاسم الصفار عن نصير بن يحيیٰ عن محمد بن سماعة عن ابی يوسف وله تفسير

القران والنوازل والعیون والفتاویٰ وخزانۃ الفقہ و بستان العارفین وشرح الجامع الصغیر وتنبیہ الغافلین و غیر ذلك ۔ اس کے وفات میں مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین اقوال نقل کئے ہیں لیکن تین اقوال ۳۷۳ھ ان کے وفات میں نقل کئے ہیں اور یہی سن وفات صحیح ہے مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۔ وقد طالعت من تصانیفہ البستان العارفین وخزانۃ الفقہ وکلہما مفیدۃ ۱۲ فوائد البہیۃ ص۲۸۷

② اسماعیل بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے کتابوں میں فتاویٰ نقل کیا ہے ۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے ۔ ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نصر بن محمد بن ابراھیم بن الخطاب الفقیہ الحنفی السمرقندی الملقب بامام الھدیٰ توفی سنہ ۳۷۳ ثلاث وسبعین وثلاثۃ مائۃ صنف من الکتب بستان العارفین تفسیر القران تنبیہ الغافلین ۔ حصر المسائل فی الفروع ۔ خزانۃ الفقہ دقائق الاخبار فی ذکر الجنۃ فی النار شرح جامع الصغیر للشیبانی فی الفروع ۔

عیون المسائل الفتاویٰ مبسوط فی الفروع الخ ھدیۃ العارفین ص۴۹۰ ج۲ مطبوعہ استانبول ۔ علاوہ ازیں فتاویٰ عالمگیری و نور الھدیٰ وغیرہ میں فتاویٰ سمرقندی سے نقل کئے ہیں اور کشف الظنون میں لکھا ہے مطبوعات الفتاویٰ علیٰ مذھب الحنفی للامام السمرقندی ۱۲ ص۱۶۰۶ مطبوعہ بیروت

○ امام سمرقندیؒ کے سند پر کلام اور ان کا جواب ○

بعض لوگ اس سند پر اعتراض کرتے ہیں ① ابن جریج پر اعتراض کرتے ہیں

اگرچہ وہ ثقہ تھے مگر تکمیل خواہش کے لئے حیلہ کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے نوّے عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج موضوعی ومن گھڑت روایات نقل کرتے ہیں نقل از میزان الاعتدال اور امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ابن جریج فی الزہری لیس بشیٔ امام دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن جریج مدلس تھے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن جریج مشہور مدلس تھے اور صاحب فتوح محمد بن عمر واقدی قابل اعتبار ہی نہیں۔ ابن معین اس کو ضعیف اور لیس بشیٔ کہتے ہیں۔ حاتم واسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام نسائی وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ مشہور کذاب تھے۔

ان کا جواب یہ ہے۔ کہ مطلق جرح انسان میں کوئی عیب نہیں حتی کہ وہ متروک کیا جائے۔ بلکہ ان حضرات کے جروح نامنظور ہیں۔ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ نے خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ومنها ان يكون الجارح من المتعنتين المشددين فانّ هناك جمعًا من ائمة الجرح والتّعديل لهم تشدد فی هذا الباب فيجرحون الراوی بادنی جرح ويطلقون عليه مالا ينبغی اطلاقه عند اولی الالباب. فمثل هذا الجارح توثيقه معتبر وجرحه لايعتبر الا اذا وافقه غيره ممّن ينصف ويعتبر فمنهم ابوحاتم والنّسائی وابن معين وابن القطان ويحيیٰ القطان وابن حبان وغيرهم فانهم معروفون بالاسراف فی الجرح والتعنة فيه فليثبت العاقل فی الرّواة الذين تفرد وبجرحه وليتفكر فيه۔

الرّفع والتكميل فی الجرح والتعديل لمولانا عبد الحئ رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸

ایقاظ لاتغتر بقول ابی حاتم فی کثیر من الرواۃ علی ما یجدہ من یطالع المیزان وغیرہ الخ ص۲۶۔ ایقاظ کثیراً ما تجد فی میزان الاعتدال وغیرہ فی حق الرواۃ نقلاً عن یحیی بن معین انہ لیس بشئ فلا تغتر بہ ولا تظنن ان ذلک الراوی مجروح بجرح قوی فقد قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری فی ترجمۃ عبد العزیز بن المختار البصری ذکر ابن القطان الفاسی ان مراد ابن معین من قولہ لیس بشئ یعنی ان احادیثہ قلیلۃ ۔ انتہی ۔

وقال السخاوی فی فتح المغیث قال ابن القطان ان ابن معین اذا قال فی الراوی لیس بشئ انما یریہ انہ لم یر وحدیثاً کثیراً الرفع والتکمیل ص۲۸ ترجمہ ۔ بعض جرح کرنے والا متعنت ومتشدد ہوتا ہے ۔ یہاں ایک گروہ جو ائمہ جرح وتعدیل سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس باب میں تشدد کرتے ہیں ۔ راوی کو معمولی وجہ سے مجروح کرتے ہیں ۔ راویوں پر ایسے عبارات واطلاقات کرتے ہیں کہ صاحب عقل کے لئے ایسا مناسب نہیں تو اس طرح جارح کی توثیق معتبر ہے اور جرح غیر معتبر ہے مگر جب ان کے ساتھ منصف لوگ موافقت کریں ۔ ان جارحین میں سے ابو حاتم ۔ نسائی وابن معین ۔ وابن القطان ۔ ویحیٰ القطان ۔ وابن حبان اور ان کے علاوہ ہیں ۔ کیونکہ یہ حضرات جرح کے لحاظ سے اسراف وتعنت میں مشہور ہیں ۔ تو عاقل لوگ ان راویوں میں غور وفکر کریں جنکو خاص انہی اشخاص نے مجروح کیا ہو یعنی ان کی جرح نامنظور کریں ॥ ایقاظ آپ دھوکہ نہ ہو جائیں ابی حاتم کے قول سے بہت سے راویوں کے متعلق ۔ اس چیز میں کہ آدمی میزان الاعتدال وغیرہ کا مطالعہ کرے ۔ الخ ایقاظ ۔ میزان الاعتدال یا تہذیب میں

راویوں کے بارے میں اکثر آپ پائیں گے کہ یحیٰ ابن معین سے منقول ہے
کہ فلاں راوی مثلاً لیس بشئ ہے یعنی وہ کوئی چیز نہیں ہے تو کہیں دھوکہ
نہ ہو جائیں اور یہ گمان مت کریں کہ یہ راوی قوی جرح سے مجروح ہے
کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں عبد العزیز بن المختار البصری کے ترجمہ
میں لکھا ہے کہ ابن القطان الفاسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن معین کا مراد لیس
بشئ سے یہ ہے کہ ان کے احادیث کم ہیں۔
اور علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں کہا ہے کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ ابن
معین جب کسی راوی کے بارے میں لیس بشئ کہدے تو ان کا اس سے مراد
یہ ہے کہ اس نے کثیر تعداد میں احادیث روایت نہیں کئے ہیں۔ انتہیٰ
اور علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ پھر فرماتے ہیں۔ ایقاظ قد اکثر علماء
عصرنا من نقل جروح الرّواۃ من میزان الاعتدال مع عدم اطلاعھم
علیٰ انہ ملخص من کامل ابن عدی وعدم وقوفھم علیٰ
شرطھما فیہ فی ذکر احوال الرّجال فوقعوا بہ فی الزّلل واوقعوا
النّاس فی الجدل فان کثیرًا ممّن ذکر فیہ الفاظ الجرح معدود
فی الثقات سالم من الجرح فلیتبصر العاقل ولیتنبہ الغافل
ولیجتنب عن المبادرۃ الی جرح الرّواۃ بمجرد وجود الفاظ الجرح
فی حقہ فی المیزان فانّہ خسران ای خسرانؒ ۱۲ ص۲۱ الرّفع
والتّکمیل لعبد الحیؒ رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ۔ بیداری۔ ہمارے ہم عصر علماء نے میزان الاعتدال سے راویوں پر
جرح نقل کیا ہے حالانکہ علماء یہ نہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ میزان الاعتدال کامل
ابن عدی سے ملخص ہے۔ اور یہ بھی علماء کو معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں کے

احوال رجال کے بارے میں کیا شروط ہیں تو اس وجہ علماء نے خود (بھی) لغزش کیا۔ اور لوگوں کو بھی جنگ وجدل میں واقع کر گئے۔ کیونکہ کتاب میزان الاعتدال میں بہت سے ایسے لوگ مذکور ہیں کہ جن کے متعلق جرح ذکر کیا ہے حالانکہ وہی لوگ ثقات میں شمار ہیں اور جرح سے بھی سالم ہیں۔ جب معاملہ ایسا ہی ہے تو عاقل لوگ بصیرت سے کام لے اور جو غافل ہے وہ بیدار ہو جائے۔ تاکہ اپنی جان محفوظ رکھے۔ کہ جلدی سے رواۃ پر جرح نہ کرے جب کہ ان کے حق میں الفاظ جرح صرف میزان الاعتدال میں موجود ہوں کیونکہ میزان خسران و ناوان ہے۔ یعنی حقیقت میں یہ میزان نہیں بلکہ خسران ہے۔ انتہیٰ

وَفِی طبقات شیخ الاسلام التاج السبکی

الحذر کل الحذر ان تفہم ان قاعدتہم ان الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقہما ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم لنا احد من الائمۃ اذ ما من امام الا وقد طعن فیہ طاعنون وَ ہلک فیہ ہالکون ۱۲ مقدمہ تعلیق الممجد علی مؤطاء امام محمدؒ ص۳۱ وص۳۲ وبعض الجروح صدر من المتأخرین المتعصبین کالدار قطنی وابن عدی وغیرہما ومنہم من عادتہ فی تصانیفہ کابن عدی فی کاملہ والذہبی فی میزانہ انہ یذکر کل ما قیل فی الرجل من دون الفصل بین المقبول والمہمل فایاک ثم ایاک ان تجرح احدًا بمجرد قولہم من دون تنقیدہ باقوال غیرہم کما ذکرت کل ذلک فی السعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۱۲ مقدمہ تعلیق الممجد ص۳۳

ترجمہ:۔ شیخ الاسلام تاج الدین سبکی نے طبقات میں لکھا ہے کہ آپ یہ فہم کرکے اپنے آپ کو مکمل طور پر بچائیں کہ علماء کا قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر علی الاطلاق مقدم ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جرح (بھی) اس کی مقدم ہے کہ جسکی امانت و عدالت ثابت ہو۔ اور متعصب نہ ہو۔ کیونکہ اگر ہم تقدیم جرح مطلق مان لیں تو (اس طرح) ایک امام بھی سالم نہ رہ جائے کیونکہ ہر ایک (کے بارے) میں طاعنون نے طعن کیا ہے اور بعض جرحین متأخرین متعصبین سے بھی صادر ہو چکے ہیں۔ مثلاً دارقطنی و ابن عدی وغیرھما۔ اور ان میں سے بعض کا اپنے تصانیف میں ایسی عادت ہے مثلا ابن عدی کامل میں اور علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں۔ کہ وہ (ہر) وہ بات ذکر کرتے ہیں جو کسی کیمتعلق کہا گیا ہو لیکن یہ خیال نہیں رکھتے کہ یہ جرح مقبول ہے یا کہ غیر مقبول پس اپنے آپ کو بچائیں پھر اپنے آپ کو بچائیں (اس بات سے کہ) ایک فرد صرف ان اقوال پر مجروح کرلے جسکے ساتھ دوسروں کا موافقت نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے یہ سب کچھ کتاب سعی مشکور فی رد المذہب الماثور میں بیان کیا ہے۔ انتہیٰ

بلکہ انہی حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مجروح کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائے۔ ومنہا انہ قد جرحہ سفیان الثوری والدارقطنی والخطیب والذہبی وغیرہم من المحدثین وھذا قول صدر عن الغافلین فان مطلق الجرح ان کان عیبا یترک بہ المجروح فلیترک البخاری ومسلم والشافعیؒ واحمدؒ ومالکؒ ومحمد بن اسحاق صاحب المغازی وغیرہم من اجلۃ اصحاب المعانی فان کلا منہم مجروح ومقدوح بل الخ، مقدمہ تعلیق الممجد ص۳۳

ترجمہ :- مختصراً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سفیان ثوری و دارقطنی و خطیب وغیرہ نے مجروح کیا ہے ۔ یہ قول غافلین سے صادر ہو چکا ہے ۔ اگر مطلق جرح عیب ہو ۔ تو بخاریؒ و مسلمؒ و شافعیؒ و مالکؒ و احمدؒ و محمدؒ بن اسحاق سب کو چھوڑا جائے ۔ کیونکہ ہر ایک مجروح و مقدوح ہے ۔ بلکہ الخ ۔

والتالی باطلٌ بالبداھۃ فالمقدم مثلہ ۔"

بلکہ شیخ الاسلام بدر الدین محمود العینی نے بنایہ

شرح ہدایہ بحث قراءۃ الفاتحہ میں دارقطنی کے متعلق رقمطراز ہیں ۔ "من این له تضعیف ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وھو مستحقٌ للتضعیف فانہ روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وغریبۃ وموضوعۃ ۔ انتھیٰ ۔ ترجمہ ۔ دارقطنی نے کہاں سے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہے ۔ بلکہ دارقطنی خود تضعیف کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی مسند میں احادیث سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوعی روایت کیے ہیں ۔ مقدمۃ تعلیق الممجد ص ۳۳ اور اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ۔ فانّ بعض الجروح التی جرح مبھم کقول الذھبی فی میزان الاعتدال اسمٰعیل بن حماد بن الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ثلاثتھم ضعفاء انتھیٰ ○

ترجمہ ۔ اور بعض جروح جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر وارد ہوتے ہیں جرح مبہم ہے ۔ اور جرح مبہم غیر مقبول ہے جیسا کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ۔ کہ اسمٰعیل حماد کا بیٹا اور حماد جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ہے وہ تینوں ضعیف ہیں ○

مولوی حمد اللہ صاحب کا جواب البصائر میں

مولوی حمد اللہ صاحب البصائر میں لکھتے ہیں کہ جو انتقاد اس حدیث میں وارد ہوا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۳۹۳ھ کما فی الجواہر المضیۃ و فوائد البہیہ و مفتاح السعادۃ و ہدیۃ العارفین۔ تو شک نہیں کہ یہ زمانہ زمانۂ اجتہاد تھا۔ مجتہد جب ایک روایت پر تمسک کرے۔ پھر نقاد اس روایت میں قدح و نقصان بیان کرے تو تمسک کو کچھ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ آیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ اکثر محشی احادیث و فقہ اعتراضات کرتے ہیں۔ کہ احناف کے دلائل بعض ضعیف ہیں۔ یا یہ حدیث غریب ہے۔ یا ہم نے اسے کتب احادیث میں نہیں پایا۔ اور اسی مانند اور اعتراضات بھی کرتے ہیں۔ تو ہم ان کو یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ اعتراضات تمسک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہیں اور یہ استدلال کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتا۔ اور ماخذ فرمانا پر دلیل یہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان کبریٰ جلد اول میں فرمایا ہے اگر کوئی دیہ اعتراض کرے کہ آپ کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ کے مذہب کا ادلہ ضعیف نہیں ہے۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راویان جرح سے سالم ہیں۔ تو آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ بعض حفّاظ احادیث کہتے ہیں۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ادلہ ضعیف ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پر

حاشیہ نمبر ۱: طبقات الفقہاء میں علامہ سمرقندی کو مجتہد فی المسلک کہا گیا ہے۔ اظہار حق ص ۹۲

از روئے یقین حمل واجب ہے ان راویوں پر جو ناقلین نازلین ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث میں اُن کی موت کے بعد۔ جب کہ اُن ہوں نے بغیر طریق الامام کے اس حدیث کی روایت کی ہے (یعنی جو سلسلہ سند حدیث میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اس کے بجائے دوسرا سلسلہ نقل کیا ہے۔ یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ والا سلسلہ نقل نہیں کیا ہے کیونکہ ہم نے ہر حدیث جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسانید ثلاثہ میں پایا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ کیونکہ اگر صحیح نہ ہوتا اُن کے نزدیک۔ تو کیوں انہوں نے اس سے استدلال لیا تھا اور ہمیں وجود کذاب یا متہم بالکذب سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ مثلاً اس سند میں جو امام صاحب رح سے نقل ہے ہمیں حدیث کی صحت پر مجتہد کی استدلال کافی ہے پھر اس حدیث پر ہمیں عمل کرنا واجب ہے اگر دوسروں نے روایت نہیں کیا ہو۔ جو دکچھ ا ہم نے بیان کیا اس باریکی میں فکر و تامل کریں شاید آپ اس طرح باریکی دکہیں اور) ایک محدث کے کلام میں نہ پائیں گے الخ یہ عبارت بصائر کا ترجمہ عربی الفاظ البصائر میں دیکھئے ص ۱۳۸ مطبع استنبول۔

یا میزان کبریٰ میں عبدالوہاب شعرانی کا عبارت ملاحظہ کریں۔ ص ۷۰ فی فصل تضعیف قول من قال ان ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ضعیفة غالبًا۔

یعنی مولوی حمد اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے۔ کہ امام سمرقندی رحمہ اللہ علیہ کے حدیث میں جو قدح وارد ہوا ہے۔ اس سند کے دوسرے طریقے پر ہم حمل کرتے ہیں۔ یعنی امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طریقہ پر استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے۔ بلکہ قاضی فارمولی صاحب نے المسائل المنتخبہ میں لکھا ہے

ونقل الواقدی ذکر عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الدور وان قیل بضعف الواقدی اقول این القوی الذی نقل انکار عملہ اونقل تواتر عدم عملہ فالاخذ بالمنقول اولیٰ وھو ما اخبر ابوعاصم عن ابن جریج الخ ص۴۷ السائل

ترجمہ: علامہ واقدی نے عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی دوران قرآن ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی (یہ) کہہ دے کہ واقدی ضعیف ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ قوی کون ہے جس نے عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار نقل کیا ہو۔ یا اُس نے نقل تواتر کیا ہو۔ کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی نہیں کہ یہ ثابت کرے تو منقول پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ منقول یہ ہے کہ واقدی کہتا ہے کہ ہمیں ابو عاصم نے خبر دی اُسے ابن جریج نے وہ ابن شہاب سے وہ ابی سلمہ سے وہ ابی موسیٰ سے کہ فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ

انتہیٰ۔ اسماعیل باشا البغدادی مؤلف ھدیۃ العارفین نے واقدی کا ترجمہ کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ الواقدی محمد بن عمر بن واقد الواقدی ابو عبداللہ المدنی الاصل بغدادی المسکن والوفاۃ کان عالما محدثا اخباریا ولد سنۃ ۱۳۰ وتوفی سنۃ ۲۰۷ سبع ومأتین من تصانیفہ اخبار مکۃ۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ الفقہاء التاریخ الکبیر۔ التاریخ والمبعث۔ والمغازی، تفسیر القرآن الخ حتی کہ اُن کے اکتیس ۳۱ تصانیف ذکر کیے ہیں۔

ھدیۃ العارفین ص۱۰ الجلد الثانی طبع استنبول

اس سند پر کچھ عقلی اعتراضات وجوابات

اعتراض اول :۔ یہ روایت کسی رافضی کی ایجاد ہے۔ اس لئے کہ حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ہارون الرشید کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام نہیں لیا ہے۔

جواب :۔ اس سے یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ رافضی کی ایجاد ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شاید ترک کی کچھ مقتضیٰ تھی۔ اس لئے زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مشہور نہ ہوا تھا۔ بغیر دلیل کے کسی انسان پر رافضی کا حکم مناسب نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض :۔ اس روایت میں یہ مقصود ہے کہ حضرت عثمان وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلافت میں لوگ نماز وروزہ میں لاپرواہی کرتے تھے یہ خلافت راشدہ ہوگی یا غیر راشدہ۔

جواب :۔ اس سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں صراحتاً اس کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے کچھ نمازوں میں سہواً خلل واقع ہوچکا ہو جیسے ترک شرط وغیرہ۔ تو احتیاطاً اس کے لئے اسقاط مع دوران قرآن مجید کیا ہو۔ تو احتیاط سے ای عمل بالاحتیاط سے خلافت راشدہ پر اثر ہونا تو درکنار اس کو اور تقویت دیتی ہے۔

بلکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قسم کے واقعات پیش ہوئے تھے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ خود گواہی دیتے ہیں۔ کہ قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ الحدیث۔

تیسرا اعتراض۔ حبیبہ اور قلاب وغیرہ کا کتب رجال وغیرہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ تو کیسے باور کیا جائے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز وروزہ میں کوتاہی کی پھر لرجل من انصار

کا کیا مقام ہوگا۔ الجواب۔ حبیبہ وقلاب وغیرہ کا عدم وجدان کتب تواریخ میں مستلزم لعدم الوجود نہیں ہے۔ کیونکہ تمام کتب تاریخ وکتب رجال کا ذخیرہ نہ تو کسی کے پاس موجود ہوتا ہے اور نہ ہی کسی نے تمام کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ورنہ پھر ضرور مل جائے گا۔ اور اس میں صراحتاً صحابی کا ذکر نہیں ہے۔ کہ ان سے نماز وروزہ میں کوتاہی ہوئی تھی۔ بلکہ لرجل من قبیلۃ الانصار کا لفظ ذکر ہے۔ تو اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ نہ صحابی ہو اور نہ انصاری ہو۔ بلکہ ایک شخص مسلمان جو قبیلہ انصار میں رہتا تھا

چوتھا اعتراض:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام خلافت میں سرکاری طور پر قرآن کریم کتابی شکل میں یکجا جمع تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وَمَالِیَ سے الیٰ عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ تک جزء کا دوران کیا تمام قرآن مجید کا دوران نہ کیا۔

الجواب:۔ اس جزء کے پھیرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ قرآن مجید یکجا جمع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جمع ہوا تھا۔ لیکن چھپا نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہر ایک کو ملا تھا۔ یا اس اسقاط میں یہ جزء موجود تھا۔ سارا قرآن موجود نہ تھا۔ اس لئے اس جزء کا دوران کیا گیا:۔

پانچواں اعتراض اگر اس حیلہ کی اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور یہ حیلہ عہد عثمانی وغیرہ میں مشہور ہو گیا تھا۔ تو محدثین نے کتابوں میں کیوں نہیں لکھا؟

الجواب:۔ بعض محدثین کو پہنچا ہوگا لیکن انہوں نے شاید اپنی کتابوں میں اس واسطے درج نہ کیا ہو۔ کہ ان کی شروط کے موافق نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک کی اپنی کتاب میں علٰحدہ علٰحدہ شروط ہیں۔ اگر ایک بات صحیح بھی ہو لیکن مصنف کے

شروط کے موافق نہ ہو تو اُسے نہیں لکھتے۔ اور بعض محدثین کو بالکل پہنچا ہی نہ ہوگا

چھٹا اعتراض: اوجد دوران القرآن۔ اس کے جعلی ہونے کا قرینہ ہے یہ کوئی سائنس وغیرہ کا ایجاد تو نہیں تھا۔ کہ یہ لفظ کہا گیا۔ امریا عکم عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ الفاظ ترک کر دیئے گئے۔ کیوں!

الجواب: عربی ایک وسیع زبان ہے اس میں ہر طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کہ اوجد ہو یا دوسرا لفظ ہو۔ بلکہ اگر ایسی ہی تنگ نظری سے کام لیا جائے تو پھر تو بہت سے ذخیرہ احادیث ومسائل فقہ بیکار ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ہم نے سند سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ گفتگو کی کیونکہ فریق مخالف اس پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اب ہم علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ حقیقت پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام واقدی کی توثیق وتضعیف میں اگرچہ اختلاف ہے مگر صحیح توثیق ہے۔ چنانچہ ابراہیم حربی۔ ابو یحیٰ ازہری۔ یزید بن ہارون۔ ابو عبید القاسم بن سلام مصعب زبیری۔ ابو بکر صفانی۔ ابو بکر ابن العربی حافظ ابن جوزی۔ علامہ دراوردی مجاہد بن موسیٰ۔ عباس عنبری۔ محدث ذہلی۔ ابو بکر بن شیبہ۔ یہ تمام واقدی کے توثیق پر قائل ہیں۔ چنانچہ برائے تسکین قلب چند احناف کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاحناف محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں فرماتے ہیں عن الواقدی قال کانت بیر بضاعۃ طریقاً للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ۔ فتح القدیر ص ۵۳ ج ۱

ترجمہ۔ یعنی شیخ واقدی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیر بضاعۃ باغوں کی طرف پانی کا ایک راستہ تھا۔ اس سے ہمارے نزدیک دلیل قائم ہوتی ہے

جب کہ ہم نے واقدی کی توثیق کی چونکہ مخالف انہیں ضعیف کہتے ہیں پس ان کے نزدیک دلیل ثابت نہ ہو گی۔ حضرت علامہ ابراہیم حلبی مصری شرح منیۃ المصلّی میں لکھتے ہیں۔ والصحیح فی الواقدی التوثیق الخ فصلٌ فی احکام الحیاض ص۹۳ کبیری۔

مصنّف بحرالرائق لکھتے ہیں۔ فی ترجیح قول الواقدی ما ذکرہ اثبات وما نقل ابوداؤد عن البستانی نفی والاثبات مقدم علی النفی الخ یعنی واقدی کے قول کی ترجیح کے سلسلے میں جو کچھ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا وہ مرتبہ اثبات میں ہے اور جو کچھ ابوداؤد نے بستانی سے نقل کیا وہ نفی ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہے "لہذا اس قاعدہ کے رو سے قول واقدی راجح ہے" اور مولانا حافظ محمد یوسف امیر جماعت تبلیغی امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیلاً بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الواقدی وان اختلف المحدثون فی جرحہ وتعدیلہ لکنہ رأس فی المغازی والسیر والاخبار والحوادث الکائنۃ فی وقت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وبعد وفاتہ وھو من اھل المدینۃ فلا شک انہ اعلم بحالھما الخ امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار۔

ترجمہ واقدی کے متعلق اگرچہ محدثین مختلف خیالات رکھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ موصوف مغازی۔ سیر۔ اخبارات اور حوادثات میں "جو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دور مبارک اور آپ کے وصال شریف کے بعد پیدا ہوئے" بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور اہل مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے حالات مدینہ منوّرہ کو خوب جانتے ہیں اور آخر میں امام العصر صدر مدرس دیوبند شیخ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عبارت پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ فائدہ مہمۃ

واعلم انهم تکلموا فی الواقدی وامره عندی انه حاطب لیل یجمع بین رجل وخیل فیاتی بکل رطب ویابس صحیح وسقیم ولیس بکذب وهو متقدم عن احمد واکبر منه سنا - ولکنه اضاعه فقدان الرفقة وقلة ناصریه فتکلم فیه من شاء واما الدارقطنی فانه وان اتی بکل نحو من الحدیث لکنه شافعی المذهب فکثرت حماته فاشتهر اشتهار الشمس فی رابعة النهار وبقی الواقدی مجروحا لایذب عنه احد فذلك عندی من امر الواقدی اما جمعه بین الضعاف والصحاح فذلك امر لم ینفرد به هو بل فعله اخرون ایضا الخ فیض الباری شرح صحیح البخاری ج۱ ص۱۳۲

ترجمہ: ایک اہم فائدہ۔ سمجھو کہ لوگوں نے علامہ واقدی کے متعلق باتیں کی ہیں میرے رائی ان کے متعلق یہ ہے۔ کہ وہ صحیح و ضعیف احادیث نقل کرتے ہیں لیکن کذاب (یعنی دروغ گو) نہیں ہے۔ وہ امام احمد سے زمانہ کے لحاظ سے مقدم ہے اور عمر کے لحاظ سے بھی بڑا ہے۔ اور امام دارقطنی نے اگرچہ ہر قسم کے احادیث یعنی صحیح و ضعیف نقل کئے ہیں۔ لیکن وہ شافعی المذہب تھے ان کے حامی و مددگار بہت تھے تو سورج کے طرح مشہور ہوا۔ اور علامہ واقدی کے ساتھی نہ تھے۔ اور ان کے مددگار کم تھے۔ اور جیسی مرضی تھی ان کے متعلق لوگوں نے باتیں کی۔ اسی وجہ سے واقدی مجروح رہ گیا۔ کوئی ان سے مدافعت نہ کرتے تھے۔ بس یہ ہے میرے رائے علامہ واقدی کے متعلق ہر کہ جمع کرنا بین حدیث ضعیف و صحیح یہ ایسا امر ہے کہ اس میں علامہ واقدی متفرد (یعنی اکیلا) ہے نہیں دیگر محدثین نے بھی اس طرح نقل کئے ہیں (یعنی کیوں اس وجہ سے اکیلا ان کو مجروح و داغدار کیا جاتا ہے) الحاصل صاحب فتوح محمد بن عمر واقدی کے

توثیق کے بارے میں آپ نے عبارت ملاحظہ کئے اگر بالفرض از روئی حدیث ان کو ضعیف بھی تسلیم کیا جائے۔ تو از روئے تاریخ قوی ہے۔ لہذا ہمارے لئے نقل فقہاء کرام جس کا بیان پہلے مفصل گزر چکا ہے۔ برائے جواز حیلہ اسقاط کافی ہے۔ تو پھر یہ تاریخی حیثیت کے لحاظ سے ہمارے لئے مؤید بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ توسل بالقرآن حدیث سے ثابت ہے اور قرآن مجید کی جتنی مالیت باعتبار کاغذ و طباعت مال متقوم ہونے کی وجہ اتنی مقدار فدیہ دینے میں بھی ادا ہوتا ہے۔

حیلہ اسقاط پر اعتراضات اور انکے جوابات

اس مسئلہ پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو کوئی معقول اعتراضات نہیں ہیں لیکن اس طرح بعض مسلمانوں کے قلوب میں شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جوابات دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱: حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جائیں گے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارے بعد ہمارے نمازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں گے۔ اس لئے یہ بند ہونا چاہئے۔

جواب: یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسا کہ بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے۔ کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بیکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے۔ کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت کئے ملے گا۔ تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جب کہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خوب گناہ کریگا جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے۔ اسی طرح یہ اعتراض بھی فضول ہے۔ کہ جو شخص فدیہ نماز پر دلیر ہو کر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا۔ اور یہ مال

نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا۔ اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی۔ نیز یہ مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور رہے۔ لیکن آج تک ہمیں تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بناء پر نماز سے بے پرواہ ہوگیا ہو۔

اعتراض دوئم: کچھ بنی اسرائیلوں نے حیلہ کر کے مچھلی کا شکار کیا تھا جس سے اُن پر عذاب الٰہی آگیا۔ اور وہ بندر بنا دیئے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ۔ تو معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے۔ اور عذاب الٰہی کا باعث ہے۔

الجواب: حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیلوں پر عذاب جیسے کہ بہت سے گوشت اُن پر حرام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے مثلاً کسی جگہ مسجد بن رہی ہے روپیہ کی ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کا پیسہ اُس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوٰۃ دی۔ اُس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے مسجد پر خرچ کر دیا۔ یا دوسرے کو دے دیا۔ اس طرح حیلے جائز ہیں۔ اور نیز بنی اسرائیل نے حرام کا ارتکاب کیا۔ یعنی یوم السبت میں مچھلی کا شکار کیا۔ یا حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دِن مچھلیوں کو بند کیا پھر اتوار کے دِن نکال لیا۔ جیسا کہ تفسیر زادالمیسر میں

حاشیہ۔ نوٹ۔ یہ اعتراض تو بالکل اس طرح ہے کہ جیسے ایک آدمی کے پاس ہتھیار ہے وہ اُس کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے رکھ رہا ہے لیکن دوسرا آدمی اعتراض کرنا شروع کردے کہ بھئی ہتھیار کیوں رکھ رہے ہو۔ اس سے تو تم ڈاکے ڈالو گے ناحق خون کرو گے۔ اللہ تیرا بھلا کرے جب وہ اپنے ہتھیار کو منہی کام کے لئے استعمال کرے تب اس کے لئے ٹھیک نہیں۔ نہ کہ جو بیچارہ جائز کام کے لئے رکھے اُس کو بھی پہلے ہی مورد الزام ٹھہرائے

لکھا ہے۔ وفی صفة اعتدائهم فی السبت قولان احدهما انهم اخذوا
الحيتان يوم السبت قاله الحسن و مقاتل. و الثانی انهم حبسوها يوم
السبت واخذ وها يوم الاحد و ذلك الخ ص۹۱
ترجمہ :- اور اُن کے تجاوز یوم السبت میں دو قول ہیں حسن و مقاتل کا قول
یہ ہے۔ کے وہ سنیچر کے دِن مچھلیوں کو پکڑتے تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ
سنیچر کے دِن مچھلیاں بند کرتے تھے اور اتوار کو پکڑتے تھے۔ اور ایسے حیلے
تو اب بھی منع ہیں۔ جیسا کہ ہم آپکو بیان کیا۔ کہ برائے ابطال حق غیر یا اس میں
شبہ ڈالنا یا تحلیل حرام کے لئے حیلہ کرنا مکروہ و ممنوع ہے۔ اور وہ حیلہ جو
حرام سے بچنے کے لئے کیا جائے یا حلال کو وصول کرنے کے لئے کیا جائے
جائز ہیں۔ جیسا کہ اشباہ و نظائر و مبسوط السرخسی و عالمگیری کے عبارات
میں واضح ہو چکا ہے۔ لہذا حیلہ اسقاط جائز حیلوں سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ
یہ تکثیر مال کے لئے حیلہ ہے۔ اور خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی
ہیں "رحمت حق بہانہ می طلبد رحمت حق بہا نمی طلبد" یعنی خدا کی رحمت قیمت نہیں
مانگتی خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے۔

اعتراض سوئم :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حیلہ اسقاط قبیح ہے کیونکہ اس میں
بار بار ھبہ دے کر رجوع کرتے ہیں اور رجوع فی الھبہ قبیح ہے تو حیلہ اسقاط بھی
قبیح ہے تو اسے ترک کرنا چاہئے۔
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس لنا مثل السوء العائد
فی هبته کالکلب یقیئ ثم یعود فی قیئه۔

جواب :- پہلے معنی رجوع فی الھبہ سمجھنا ضروری ہے۔ رجوع فی الھبہ ایسے
کہتے ہیں۔ کہ ایک آدمی دوسرے شخص کو کوئی چیز بطور ھبہ دیدے پھر واھب

اُس میں رجوع کرے یعنی لفظ سے رجوع کرے کہ چیز مجھے دیدو۔ یا واپس کرو مثلاً یا فعل سے رجوع ہو کہ وہ چیز اُس سے واپس لے لے۔ تو اُسے کہتے ہیں رجوع فی الھبۃ اگر موہوب لہ یعنی جسے ھبہ دیا گیا ہو اُس نے اپنی طرف بطیب قلب بغیر مطالبہ منہ واھب کو چیز واپس کیا۔ تو یہ رجوع نہیں ہے کیونکہ رجوع راجع کی صفت ہے اور راجع واھب ہو سکتا ہے۔ نہ کہ موہوب لہٗ یعنی رجوع اُس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ واھب کا مطالبہ ہو۔ اگر موہوب لہٗ نے بغیر مطالبہ دیا تو اُسے رجوع نہیں کہتے ہیں بلکہ ھبہ جدید ہو گیا۔ لہذا اس مروجہ حیلہ میں اولاً ولی میت ایک شخص جو اسقاط کے امر خوب جانتا ہو اُسے مال ھبہ کریں اور اُسے اس کام پر وکیل بنا دے۔ پھر وہ شخص اس مال (اسقاط) پر الفاظ اسقاط پڑھ کر دوسرے شخص کو ھبہ دیتے ہیں وہ تیسرے شخص کو وہ چوتھے کو حتیٰ الی آخرہٖ ایک دوسرے کو ھبہ کرتے ہیں۔ اور آخر میں یہ مال اسقاط باندھنے والے کو موصول ہو جائے بغیر رجوع و مطالبہ پھر چند بار اس طرح گھمایا کرے کہ یہ عمل اسقاط ختم ہو جائے۔ پھر یہ مال ولی میت کو بغیر رجوع و مطالبہ منہ بطور ھبہ دیدیں۔ تو مثل سوء میں اصلاً داخل نہ ہوا۔ جیسا کہ منحۃ الخالق میں لکھا ہے۔ ثمّ یھبونہ المال فیأخذ صاحبہ الخ یعنی الحاصل اس حیلہ اسقاط میں رجوع فی الھبۃ بالکل ہے ہی نہیں۔ حتیٰ کہ اعتراض وارد ہو جائے۔ بلکہ ہمارے مذہب میں رجوع فی الھبۃ جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ جب کہ ھبہ غیر ذی رحم محرم کو دیا ہو۔ چنانچہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس کے تحت لکھتے ہیں۔ قال محمّد رحمہ اللہ تعالیٰ وبھذا نأخذ من وھب ھبۃ لذی رحم محرم او علی وجہ صدقۃ فقبضہا

الموهوب له فليس للواهب ان يرجع فيها - ومن وهب هبة لغير ذی رحم محرم وقبضها فله ان يرجع فيها ان لم يثب منها اويزد خيرًا في يده اويخرج من ملكه الى ملك غيره وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالی والعامة من فقهائنا » موطاء امام محمد رحمه الله تعالی ص۳۲۹ باب الهبة والصدقة »

موانع رجوع فی الهبة اشیاء یجمعها هذه الحروف

ومانع عن الرجوع فی الهبة یا صاحبی حروف دمع خزقة یہ ہمارے مذہب میں رجوع فی الہبہ کے لئے چند موانع ہیں اگر یہ موانع موجود ہوں تو رجوع صحیح نہیں ہے ۔ اگر غیر موجود ہوں تو رجوع صحیح ہے ۔

① الدال عبارة عن الزيادة المتصلة كالغرس والبناء والسّمن
② والميم عبارة عن موت احد المتعاقدين
③ والعين عبارة عن العوض
④ والخاء عبارة عن خروج الهبة عن ملك الموهوب له
⑤ والزاء عبارة عن الزوجية ای اذا وهب لزوجته ثم ابانها ليس له الرجوع في الهبة ۔
⑥ والقاف عبارة عن القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه لايرجع
⑦ والهاء عبارة عن هلاك العين الموهوبة ۔ فانه مانع من الرجوع وانما يصح الرجوع بتراضيهما او بحكم الحاكم ۔

هذه الكل من تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق كتاب الهبة

یہ دونوں عبارات برائے تسہیل طلباء نقل کئے ورنہ کوئی خاص ضرورت نہیں تھی

اعتراض پنجم: اس طرح حیلہ اسقاط کرنے پر دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور یہ تاخیر مکروہ ہے۔ لہذا حیلہ اسقاط نہیں کرنا چاہیئے۔

الجواب: تاخیر مکروہ ہے لیکن جو دنیاوی کام کے لئے ہو اگر دینی وجہ سے دفن میں تاخیر کی جائے تو یہ تاخیر تاخیر نہیں حقیقتاً کیونکہ اس حیلہ میں فراغت ذمۃ المیت عن ما وجب ہوتی ہے۔ یعنی اس بات کی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے معاف کریں اِس حیلہ کے ذریعہ سے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شان سے بعید نہیں۔ بلکہ مجموعہ رسائل میں لکھا ہے۔ وینبغی ان یغدی قبل الدفن و ان جاز بعدہٗ۔ ترجمہ مناسب ہے کہ فدیہ دفن سے پہلے دیا جائے اگرچہ دفن کے بعد بھی جائز ہے۔

اعتراض پنجم: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حیلہ اسقاط کا امر نہیں کیا ہے۔ لہذا اسے ترک کرنا واجب ہے۔

الجواب: اگرچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امر نہیں کیا ہے لیکن حیلہ اسقاط سے منع بھی نہیں کیا ہے۔ اور کسی چیز کا ترک کرنا نہی پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا: ترجمہ: جس چیز کا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امر کیا ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جس سے منع کیا ہو اُس سے باز آؤ۔

علامہ الوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس ایت کے تحت لکھتے ہیں۔ واستنبط من ھذہ الاٰیۃ انّ وجوب الترک یتوقف علیٰ تحقق النھی ولا یکفی فیہ عدم الامر فما لم یتعرض لہ امرًا ولا نھیا لایجب ترکہ ۱۲ رُوح المعانی ج۲۸ اس ایت سے یہ مستنبط ہوا کہ وجوب بترک نہی صریح کے وجود پر موقوف ہے۔ یعنی امر کا نہ موجود ہونا کافی نہیں ہے۔ چنانچہ جس چیز

لا یجب ترک ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسکا ترک کرنا بھی جائز ہے لیکن اب حیلہ اسقاط کا کرنا ترک کرنے سے بہتر ہے کیونکہ میت کے لئے نافع و مفید ہے۔

کے لئے نہ امر متعرض ہو نہ نہی۔ تو اُسے ترک کرنا واجب نہیں ہے۔ انتہی!
الحاصل جب یہ معلوم ہوا۔ کہ ایسی چیز کو ترک کرنا واجب نہیں ہے۔ تو یہ بالضرور معلوم ہُوا۔ کہ اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ تو لہٰذا اگر حیلہ اسقاط میں صریح امر نہیں ہے۔ تو نہی بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کا کرنا جائز ہے۔ اور کسی چیز کو اپنے رائے سے بدعتِ سیئہ کہنا یعنی بغیر دلیل شرعی اُسے بُرا سمجھنا بہت بڑا گناہ و جرم ہے

ایک شاعر نے کیا سچ کہا ہے۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر ○ دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

"فہم ینکرون ما لم ینکر"

اعتراض ششم :- اس حیلہ اسقاط کے مجوّزین کے پاس نہ تو آیت ہے اور نہ ہی حدیث ہے، بلکہ صرف فقہی عبارات پیش کرتے ہیں۔ اور حالانکہ وہ ایسے فقہاء کرام ہیں۔ کہ نہ تو مجتہدین ہیں۔ نہ اصحاب التخریج ہیں۔ بلکہ مقلدین محض ہیں۔ لہٰذا یہ حیلہ اسقاط بدعت ہے۔

الجواب :- بدعت کے معنی یہ ہے۔ کہ وہ قرآن و حدیث کا مخالف و مغیر ہو چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث" من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد"۔ کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔ یعنی احداث کرد چیزے کہ نیست در کتاب و سنت نہ صریحا و نہ مستنبط از وے و نہ حکم کرد بصحت وے کتاب پس شامل شد اجماع و قیاس را و مراد چیزے است کہ مخالف و مغیر آن باشد۔ ترجمہ۔ یعنی بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ کتاب اللہ و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صریحا و نہ مستنبطا موجود ہو اور اس سے وہ چیز مراد ہے جو کہ قرآن و حدیث کا مخالف و مغیر ہو۔ تو بدعت کی معنی یہ ہوئی کہ اس کے لئے دین میں اصل نہ ہو۔ نہ صراحتا

ونہ اشارۃً ۔ بلکہ قرآن وحدیث کا مخالف ہو ۔ اور حالانکہ کتاب اللہ میں تمام اقسام شامل ہیں ۔ یعنی عام وخاص و دلالۃ النص وعبارۃ النص واقتضاء النص واشارۃ النص وغیرہ اقسام کتاب اللہ ۔ اور اسی طرح سنت میں حدیث متواتر ومشہور وخبر واحد اور اسی طرح حدیث قولی وحدیث فعلی وحدیث تقریری سب شامل ہیں ۔ یعنی بدعت وہ چیز کہ اس کا ثبوت نہ تو اقسام کتاب اللہ سے ملے اور نہ ہی اقسام حدیث سے ۔

حدیقہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں ۔ والبدعۃ مالم یثبت من الشارع لا قولاً ولا فعلاً ولا صریحاً ولا اشارۃً ص۹۶ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ والماخوذ من الادلۃ الشرعیۃ لیس ببدعۃ ۔ حدیقہ ص۹۷

ترجمہ :۔ بدعت وہ چیز ہے ، کہ اس کا ثبوت شارع سے نہ قول سے ہو نہ فعل سے اور نہ صریحاً اور نہ اشارۃً ہو ۔ اور جو چیز ادلۂ شرعیہ سے اخذ کیا گیا ہو وہ بدعت نہیں ہے ۔

اور فقہی مسئلہ میں قاعدہ ایسا ہے ۔ کہ اگر مقلد نے مجتہد سے نقل کیا ہو مسئلہ میں ۔ تو ہمیں اس کی اتباع لازم ہے ۔ اگر مقلد نے خود اپنی طرف سے یا دوسرے مقلد سے نقل کیا ہو ۔ اگر اس نے دلیل شرعی بیان کیا ہو تو اس میں کچھ کلام نہیں ۔ اگر بیان نہیں کیا ہو تو مقلد کے کلام کو نظر کیا جائے ۔ اگر اصول وکتب معتبرہ کے موافق ہو تو اُن پر عمل کرنا جائز ہے ۔ اگر ان سے مخالف ہو تو عمل کرنا مقلد کے کلام پر جائز نہیں ۔ چنانچہ جب ہم دیکھ چکے ہیں ۔ کہ یہ حیلہ اسقاط نہ تو قرآن وحدیث سے مخالف ہے اور نہ ہی کتب معتبرہ سے مخالف ہے بلکہ اُن کے موافق ہے تو لہٰذا بدعت نہیں ہے ۔

بلکہ جن حضرات نے ہمیں یہ حیلہ نقل کیا ہے ان میں سے ایک عمدۃ المتأخرین

علامہ ابن عابدین المعروف بالشامی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ حالانکہ وہ خود مجموعۃ رسائل صـ۱۷۹ میں لکھتے ہیں کہ مقلّد کا کلام بغیر دلیل شرعی قبول نہیں ہے۔ جب شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مقلّد کا کلام بغیر دلیل شرعی حجّت نہیں ہے۔ اور یہ صاحب خود بھی مقلّد ہیں مع ہذا پھر حیلہ اسقاط کے متعلق مستقل تالیف کرتے ہیں۔ جس کا نام "منۃ الجلیل لبیان ما علی الذّمۃ من کثیر و قلیل" رکھا ہے۔ تو اس سے صراحتاً یہ حقیقت کھل جاتی ہے۔ کہ انہوں نے ضرور اس حیلہ اسقاط کے لئے اوّلاً ایک دلیل شرعی پایا ہو یا دلائل شرعیہ سے اُسے اخذ کیا ہو۔ پھر ہمیں نقل کیا ہو۔ حالانکہ فقہ ثمرہ احادیث ہے چنانچہ اسی صاحب نے منحۃ الخالق میں اور اسی طرح علامہ طحطاوی نے طحطاوین میں اور صاحب در منتقیٰ و علامہ شرنبلالی وغیرہ فقہاء کرام ہمیں یہ حیلہ نقل کیا ہے۔ اگرچہ یہ اصحاب مجتہدین نہیں ہے۔ لیکن مجتہدین کے زیادہ تابعین تھے۔ ان سے مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی کتابیں اُن کی تائید میں لکھی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے نفوس اپنے مذہب کے تحریر و تقریر کے لئے وقف کئے ہیں۔ تو انہی حضرات پر یہ گمان نہ کیا جائے۔ کہ انہوں نے ہمیں اپنی کتابوں میں اپنے رائے سے مسئلے نقل کئے ہیں۔

فانّ مثل هؤلاء الفقهاء النّاصرين للاسلام حاشاهم ان ينقل الينا شيئاً من غير تثبت ولا رواية وبغير دليل شرعى لانهم امناء الشرعية الطاهرة ولا يظنّ بهم انهم عدلوا عن طريق الحقّ الى الباطل.

ترجمہ۔ کیونکہ اس طرح فقہاء کرام جو اسلام کے مدد کرنے والے ہیں وہ اُن (باتوں) سے مبرّاء و بیزار ہیں کہ ہمیں کوئی چیز نقل کرے بغیر ثبوت و بغیر دلیل

شرعی کے ۔ کیونکہ یہ حضرات شریعت طاہرہ کے آمینوں میں سے ہیں اور ان
حضرات پر یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان حضرات نے راہ حق سے باطل کی طرف
عدول کیا ہو ۔

تو اس سے یہ معلوم ہوا ۔ کہ مطلقاً بدعت نہ حرام ہے اور نہ ہی ضلالت ہے
بلکہ مراد من حدیث " کُلّ بدعة ضلالة " سے بدعت سیئۃ ہے ۔
نہ کہ حسنہ ۔ کیونکہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے ۔ کہ مَنْ سَنّ سنة حسنة
فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا ۔ ترجمہ ۔ یعنی جو کوئی شخص ایک
اچھا طریقہ دین میں چلائے تو اُسے اس کا اجر ملتا ہے اور جو لوگ اس
طریقہ پر عمل کرتے ہیں اُسے ان لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے " انتہیٰ ۱
اور یہ حدیث حقیقتاً صحیح ہے ۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ نبی کریم
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد پیدا ہوئی ہیں ۔ حالانکہ علماء کرام ان چیزوں کو مستحسن
و نیک قرار دیتے ہیں ، منجملہ ازین تلفظ بالنیۃ ہے ۔ نماز کے لئے ۔ کہ فقہاء
کرام اسے مستحسن کہتے ہیں مع ذٰلک تلفظ بالنیّۃ یعنی کہ میں نیت کرتا ہوں
کہ مثلاً دو رکعت نماز یا چار رکعت اس حاضر وقت میں ادا کرتا ہوں ، الخ
نہ نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ نے
کیا ہے اور نہ تابعین نے کیا ہے ۔ بلکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس شخص سے یہ
سنتے تھے اس سے انکار کرتے تھے ۔ لیکن تمام فقہاء کرام نے زبان سے نیت
کو مستحب لکھا ہے اور معمول بہ ہے اور اسی طرح تشویب قرون اولیٰ میں
بدعت تھی ۔ جیسا کہ روایت ہے ۔ کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں
داخل ہوئے تو کسی نے تشویب کیا ۔ تو انہوں نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ
یہ متبدع مسجد سے نکال دو ، مع ذٰلک متاخّرین علماء کرام تشویب کو مستحسن

کہتے ہیں : لظہور التوانی فی احکام الشرعیۃ "

اعتراضِ ہفتم :۔ اس حیلہ اسقاط میں بعض دفعہ اغنیاء بھی بیٹھتے ہیں، حالانکہ غنی فدیہ کا مصرف نہیں ۔ تو لہذا یہ حیلہ صحیح نہیں ہے ۔

الجواب :۔ اول مناسب یہی طریقہ ہے کہ اس میں غنی موجود نہ ہو۔ بلکہ تمام فقراء ہوں ۔ البتہ اگر دائرہ میں فقراء و اغنیاء دونوں بیٹھے ہوں ۔ تو غنی کا قبض و قبول فدیہ میں کالعدم ہوگا کیونکہ غنی اسکا مستحق نہیں ہے ، بلکہ غنی پر صدقہ نفلی ہو جائے گا حالانکہ صدقہ نفلی کے متعلق علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت گزری ہے ۔ کہ الصدقۃ النفلیۃ ممحاۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار ۔ اور فقراء کے قبض و قبول سے فدیہ ادا ہوگا ۔ ایسا نہیں کہ وجود غنی سے فقیروں کا قبض درست نہ ہوا بلکہ اس کے لئے احادیث میں ایک نظیر بھی ملتا ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک حدیث میں جس کا آخری حصہ یہ ہے ۔

ودخل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم والبرمۃ تفور بلحم فقرب الیہ خبز وادام من اُدم البیت فقال لم ار برمۃ فیھا لحم قالوا بلیٰ ولکن ذٰلک لحم تصدق بہ علیٰ بریرۃ وانت لا تأکل الصدقۃ قال ھو علیھا صدقۃ ولنا ھدیۃ ۔ متفق علیہ مشکوٰۃ باب من لا تحل لہ الصدقۃ ۔

ترجمہ ۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم گھر میں داخل ہوئے اور ہانڈی یعنی دیگچی میں گوشت پک رہا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو گھر کا سالن و روٹی سامنے رکھا گیا ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا کہ آیا اس دیگچی میں گوشت نہیں پک رہا ہے ۔ گھر والوں نے کہا کہ ہاں پک رہا ہے ۔ لیکن

ع ۱۹۷۷ء کے مانند ایک فتویٰ نمبر ۲۳۱۳۴۶ مفتی محمد فرید دارالعلوم حقانیہ کا حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کے صاحبزادہ ... تاریخ اجراء ۲۶-۳-۰۲

یہ گوشت بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صدقہ ملا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صدقہ یعنی زکوٰۃ کا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ ہے۔ اور ہمارے لئے ھدیہ ہے (مطلب) یہ حدیث اس جہت سے نظیر ہے۔ کہ ایک چیز تھا یعنی گوشت جو بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ یعنی زکوٰۃ ہوگیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ھدیہ ہوگیا۔ تو لہٰذا یہ مال اسقاط فقیر پر فدیہ ہوگا اور غنی پر صدقہ نفلی ہو جائے گا (نوٹ) بریرۃ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لونڈی کا نام ہے

اعتراض ھشتم :۔ یہ حیلہ اسقاط اگر مستحسن امر ہے لیکن عوام اسے التزام کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو لہٰذا اگر کوئی چیز نیک بھی ہو لیکن التزام کی وجہ سے بدعت وحرام ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حیلہ اسقاط نہیں کرنا چاہیے۔

الجواب :۔ التزام ممنوع ہے۔ لیکن التزام کے معنی سمجھیں۔ التزام کی معنی ہے کہ ایک چیز کو لازم سمجھے اور اس کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے۔ یعنی عقیدے میں اس کی لزوم سمجھے۔ اور تارک پر ملامت ولعن وطعن وعیب لگائے۔ یہ التزام کے معنی ہیں اور جو علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ " مَن اصرّ علیٰ مندوب ولم یجعله رخصۃ فقد اصاب منهُ الشّیطان " کا یہی مطلب ہے۔ کہ مندوب چیز پر اصرار کرکے کہ اس کو عقیدے میں رخصت نہ سمجھے بلکہ تارک پر ملامت اور لعن وطعن کرے۔ یہ حقیقتاً بری چیز ہے۔ اور ایک نیک ومستحسن چیز پر دوام ہے کہ عقیدے میں لزوم نہ ہو اور تارک پر ملامت بھی نہ ہو یہ دوام ممنوع نہیں بلکہ موجب زیادہ فضیلت وثواب ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ " خیرُ العَمَل ما دیم علیہِ " ترجمہ :۔ بہترین عمل وہ ہے کہ جس پر مداومت کی جائے

اور دوسری روایت ہے کہ "احبّ العمل الی اللہ ادومہ" ترجمہ. کہ زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو وہ ہے کہ جس پر دوام وہمیشگی ہو۔ اور موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک حدیث نقل فرماتی ہیں انّہا قالت کان احبّ العمل الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الذی یدوم علیہ صاحبہ ۔ ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زیادہ محبوب عمل رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہ تھا کہ جس پر صاحب عمل مداومت کرتے تھے ؛ جیسا کہ صلحاء قیام تہجد ونوافل و وظائف کی زیادہ اہتمام کرتے ہیں. یہ دوام علی عمل خیر ہے نہ التزام. اور اس طرح حیلہ اسقاط پر دوام ہے. نہ کہ التزام. اور یہ بات ضروری ہے کہ فرق مراتب ضرور کرنا چاہیئے. کہ فرض کو فرض سمجھیں اور واجب کو واجب کا درجہ دیدے اور سنّت کو سنّت. نفل کو نفل. مباح کو مباح اور مستحسن کو مستحسن. ہاں اگر کوئی مثلاً علی سبیل الفرضیۃ التزام کریں. تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس حیلہ سے فدیہ ادا نہ ہوگا. بلکہ اُس نے حرام کیا لیکن فدیہ ادا ہوتا ہے. اسے التزام چھوڑنا چاہیئے. کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے. کہ انّ حرمۃ الفعل لا تنافی ترتّب الاحکام کطلاق الحائض والوضوء بالمیاہ المغصوبۃ والاصطیاد بقوس مغصوبۃ والذبح بسکین مغصوبۃ والصّلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ والبیع فی وقت النّداء فانّہ یترتّب الحُکم علی ہذہ التصرّفات مع اشتمالہا علی الحرمۃ ۱۲ اصول الشاشی ص ۹ فصل النہی

ترجمہ: فعل کا حرام ہونا ترتب احکام کے ساتھ منافی نہیں ہے ۔ جیسا کہ حائضہ کو طلاق دینا اور وضوء کرنا غصب شدہ پانی پر یا شکار کرنا غصب شدہ کمان پر یا ذبح کرنا غصب شدہ چھری پر یا نماز کرنا غصب شدہ زمین میں یا بیع کرنا جمعہ

کے اذان کے وقت کیونکہ ان سب تصرفات پر حکم نافذ و صحیح ہوتا ہے باوجودیکہ سب حرام ہیں ۱۲

اعتراض نہم: اس حیلہ میں اکثر یتیموں کا مال تقسیم ہوتا ہے۔ لہذا یہ باطل ہے تو حیلہ اسقاط بھی باطل۔

الجواب: ہمارے علاقے میں بلکہ اکثر علاقوں میں یہ طریقہ ہے۔ کہ اگر میت کے بچے یتیم رہ گئے ہوں۔ تو ان کے لئے حیلہ اسقاط کرتے ہیں پھر تمام دائرے والے ان کو مال بخوشی واپس کر دیتے ہیں۔ یعنی میت کے لئے برائے فراغت ذمہ یہ حیلہ کرتے ہیں۔ لیکن اُن یتیموں کا مال ہرگز تقسیم نہیں کرتے۔ اگر کسی علاقے میں یتیم کا مال تقسیم ہوتا ہے۔ تو اُن کو مناسب ہے کہ یہ مال تقسیم نہ کریں۔ بلکہ میت کے لئے حیلہ برائے فراغت ذمہ کریں۔

اعتراض دہم: جو چیز بین سنت و بدعت دائر ہو جائے اُسے ترک کرنا چاہئے۔ لہذا حیلہ اسقاط بھی ترک کرنا چاہیئے اس قاعدہ کے رو سے

الجواب: یہ قاعدہ مطلقاً نہیں بلکہ اُسی وقت ہے۔ جب کہ احدھما کے لئے مرجح موجود نہ ہو اگر دلیل مرجح موجود ہو۔ تو اس پر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ ترک کرنا چاہیئے۔ حدیقہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں۔ "من تردد فی کون الشئ بدعۃ وسنۃ یترکہما اذا لم یظہر المرجح لاحد الطرفین" حدیقہ ص۱۱۰۔ تو لہذا حیلہ اسقاط کے لئے دلیل مرجح موجود ہے۔ کہ اتنی جم غفیر فقہاء سے منقول ہے۔ اور اصول وکتب معتبرہ سے کچھ مخالفت نہیں ⑩ فتلك العشرة بتلك العشرة۔ اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مروجہ طریقہ میں وصیت کی عادت نہیں تو حیلہ اسقاط میں مال تقسیم

کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض ورثاء غائب ہوتے ہیں اور اُن کی رضامندی نہیں ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے۔ کہ رضا دو قسم کی ہے۔ ایک صراحۃً رضا دوسری دلالۃً رضا اور اس حیلہ میں غائبین کی رضا دلالۃً موجود ہوتی ہے۔ اور یہ کافی ہے قرینہ اس پر یہ ہے۔ کہ اگر اُن کے ساتھ بعد از حیلہ اسقاط اس بارے میں گفتگو کریں، تو وہ اس پر راضی اور خوش ہوتے ہیں نہ کہ ناراض۔"

اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ ترک ما ترکہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنۃ کما ان فعل ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ "۔ ترجمہ۔ یعنی جس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہو اسکا کرنا ہمارے لئے سنّت ہے۔ اس طرح جو چیز انہوں نے چھوڑا ہو اسکا چھوڑنا بھی سنّت ہے، لہذا حیلہ اسقاط چھوڑنا چاہیئے۔

جواب: اس ترک سے مراد ترک مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ وہ ترک مراد ہے کہ ایک چیز کے لئے مقتضی و باعث موجود ہو اور کچھ مانع نہ ہو۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ترک کیا ہو۔ تو ہمارے لئے بھی اس چیز کو ترک کرنا سنّت ہے۔ جیسا کہ اذان برائے عیدین۔ کیونکہ نماز عیدین کیلئے مقتضی و باعث موجود تھا اور کچھ مانع بھی نہ تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ کے لئے اذان پر امر کیا لیکن عیدین پر نہ کیا۔

لہذا ہم بھی عیدین کے لئے اذان نہیں دیں گے۔ اور حیلہ اسقاط کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ مقتضی و باعث موجود نہ تھا۔ کیونکہ اُس وقت نماز وغیرہ اوامر کی زیادہ پابندی ہوتی تھی اور ترک رکن و شرط کا زیادہ لحاظ رکھتے تھے اس لئے شاید اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حیلہ اسقاط نہ کیا ہو۔ یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ حیلہ اسقاط اس لئے نہ کیا کہ کہیں اُمت پر سُنت نہ ہو جائے۔ علاوہ ازین حیلہ اسقاط ایصال ثواب کی ایک مخصوص قسم اور اس شئی کے تمام افراد ممکنہ کا ایک فرد ہے۔
اور کوئی اہل علم یہ نہیں کہہ سکتا کہ عہد اسلاف میں ایصال کا رواج نہ تھا اگر کوئی ہمت کر کے ایسا کہہ دیں تو ان کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ کہ وہ گروہ اعتزال میں شامل ہو سکیں گے،

الحاصل:۔ آپ حضرات نے نفس حیلہ کے جواز قرآن مجید و حدیث و فقہاء کرام کی تصریحات کے روشنی میں سُن لئے کہ نفس حیلہ جائز ہے، جس میں کہ ابطال حق نہ ہو۔ اور تحلیل حرام کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ یہ حیلہ اسقاط جائز حیلوں میں سے ہے۔ جیسا کہ سابقاً مفصل بیان کیا گیا ہے۔
اور فقہاء کرام کے تصریحات بھی پڑھکر اس حیلہ اسقاط کے بارے میں شکوک کا ازالہ ہو جاتا ہے۔
خصوصاً منحۃ الخالق "بحث کے آخر میں لکھتے ہیں۔ وھذہ حیلۃ شرعیۃ کہ یہ حیلہ اسقاط شرعی حیلہ ہے۔
اور صاحب روح البیان حنفی لکھتے ہیں۔ ویعمل بالحیل الشرعیۃ بالاتفاق" ترجمہ۔ اتفاق علماء کرام اس پر ہے کہ شرعی حیلوں پر عمل کیا جائے۔ حالانکہ الصواعق الربانیۃ میں صاحب الخلاصۃ و برھنہ و جامع رموز وارشاد الطالبین سے نقل کرتے ہیں۔ ہر کہ از حیلہ منکر شود کافر گردد۔ ترجمہ: یعنی جو کوئی حیلہ شرعی سے منکر ہو وہ کافر ہوتا ہے۔
دیکھئے صواعق الربانیۃ ص۳۲ المکتبۃ المحمودیۃ۔ حالانکہ یہ حیلہ قرآن وحدیث وکتب معتبرہ سے مخالفت نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ اس اعتبار سے"

انّ مِن القواعدِ المقرّرة ان للوسائل حکم المقاصد فوسیلة الطّاعة طاعة ووسیلة المعصیة معصیة ؛ ترجمہ قاعدہ مقررہ یہ ہے۔ کہ وسائل کے لئے مقاصد کا حکم ہے۔ تو معصیت کا وسیلہ و ذریعہ معصیت ہے اور اطاعت کا ذریعہ و وسیلہ طاعت ہے۔ لہذا یہ حیلہ اسقاط وسیلہ وذریعہ سبب نجات میت ہے۔ بلکہ اگر اس تمام کو نظر انداز کرے تو بھی صدقہ نفلی ضرور ہوتا ہے حالانکہ صدقہ نفلی گناہوں کو زائل کرتی ہے۔ چنانچہ عظة النساء میں ایک حدیث ہے " کہ۔ انّ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وعظھن و امرھن بالصّدقة " ترجمہ۔ نبیّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ پر امر کیا۔ تو لفظ بالصّدقہ کے تحت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں رقمطراز ہیں " ای النفلیة لمّا رأی انّ اکثر اھل النّار لانّھا ممحاة لکثیر مِن الذّنوب المدخلة النّار " ص ۱۹۰ / ۲ باب عِظة النّساء قسطلانی۔

ترجمہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اکثر عورتوں کو اہل دوزخ دیکھا۔ تو ان کو صدقہ نفلی پر امر کیا۔ کیونکہ صدقہ نفلی بہت گناہوں کو محو و زائل کرتی ہے جو کہ سبب دخول جہنّم ہے اور مذہب حنفی عقائد کی مسلمہ کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں۔

وفی دُعاء الاحیاء للأ موات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافًا للمعتزلة	زندوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا یا صدقہ و خیرات کرنا مردوں کیلئے نفع کا باعث ہے اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں

عہ قولہٗ صدقہ نفلی اس دور و تصدق مجموعے کا نام "

اتفق اهل السنۃ علی ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیاء

امام اجل حضرت علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو زندوں کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے

اور حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

ان الصدقۃ عن المیت تنفع المیت و یصل ثوابہا وھو اجماع العلماء
تفسیر خازن

بیشک میت کی طرف سے صدقہ دینا میت کے لئے نافع و مفید ہے اور اس صدقہ کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

اور مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے۔ کہ الصدقۃ تطفیٔ غضب الرب "کہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ شرح صدور میں فرماتے ہیں

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من اہل بیت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ بعد موتہ الا اھداھا لہ جبرائیل علیہ السلام علی طبق من نور

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے۔ تو اس کے مرجانے کے بعد اس کے گھر والے اس کیلئے صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔
تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس صدقے و خیرات کو ایک نورانی طبق میں

ثمّ یقف علیٰ شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیکَ اھلك. فاقبلھا فتدخل علیه فیفرح بھا ویستبشرَ ویحزن جیرانه الذینَ لایھدی الیھم شیٔ،

شرح الصدور ص۲۰۸

رکھ کر مرنے والے کی قبر لے جاکر کہتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ھدیہ وتحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا. تو اسے قبول کر. وہ قبر والا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے. اور دوسروں کو خوشخبری دیتا ہے. اس کے ہمسائے یعنی پڑوسی جنکو انکی گھر والوں کیطرف سے کوئی ہدیہ نہیں پہنچتا غمگین وافسردہ ہوتے ہیں

جب آپ نے اس حیلہ اسقاط کے متعلق یہ موزوں فقہی گفتگو سن لی اور یہ بھی سمجھ لیا کہ ہمارے اہل سنت والجماعت کے نزدیک صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے. اور یہ حیلہ اسقاط صدقہ نفلی سے بالکل خارج نہیں ہوتا. حالانکہ صدقہ نفلی ان گناہوں کو محو کرتی ہے، جو کہ سبب دخول نار ہو. تو عجیب انصاف ہے. کہ حیلہ اسقاط کے رد میں کتنی تصانیف ہوئی ہیں اور کتنی ہوتی ہیں جب کہ اس حیلہ کے مجوزین یعنی کرنے والے حضرات نہ اس حیلہ کو دین کا لازم جزء قرار دیتے ہیں. کہ مثلاً یہ فرض ہے یا واجب یا سنت. بلکہ ایک مستحسن بمعنی ما استحسنهٗ الفقہاء والعلماء ونیک امر قرار دیتے ہیں، جو موجب نفع وفائدہ میت ہے. حالانکہ دنیا میں کتنی رقم اِسراف فِی سبیل الشّیطٰن ہوتی ہے کتنی بے جا ومحل آتشبازیوں پر روپیہ خرچ ہوتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں روپے کھیل تماشوں میں خرچ کرتے ہیں کتنی بے جا ومحل بندوقیں آسمان کے طرف چلاتی ہیں.

تجوریوں کی تجوریاں کنجریوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ یہ سارے انفاق فضول اور باعث معصیت ہے۔ معترضین میں سے کسی نے بھی اس بارے میں کوئی تصنیف نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی کوئی دیکھنے میں آرہا ہے جو کہ اس قسم کی تصنیف کر رہا ہو۔ کہ یہ روپے انفاق فی سبیل الشیطن ہے۔ اس میں غائبین کی رضامندی نہیں ہے اور اس میں یتیم کی مال کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس کام سے باز آؤ یہ بدعت ہے اور حرام ہے۔

بلکہ یہ لوگ حیلہ اسقاط پر خواہ مخواہ اعتراض کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ حیلہ اسقاط نہ فی نفسہ حرام ہے۔ اور نہ مفضی الی حرام ہے۔ اور مع ذلک برائیوں میں لوگ شیطان کی راہ میں کتنا زیادہ خرچ کرنے کے عادی بن گئے ہیں۔

اگر بلحاظ مد مقابل ایک مستحسن کام میں لوگ خرچ کرنے کے عادی ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ لہٰذا اس حیلہ اسقاط کے رد میں تالیفات کرنا محض غلط خیال ہے اور ہم نے صرف یہ گفتگو کی۔ کہ یہ حیلہ اسقاط حرام کام نہیں ہے۔ اور اس میں میت کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب کا نام "نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط" رکھا۔

اور تالیف کرنے کا ارادہ اس وجہ سے کیا۔ کہ اطفاءِ نار بدعت و حرمت ہو جائے اور مانعین کے تالیفات کی رو سے جو شکوک و شبہات سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں میں پڑ گئے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اور میں ناظرین کرام سے کامل توقع رکھتا ہوں کہ اگر وہ حضرات بنظر انصاف اس کتاب کا مطالعہ کریں تو ھرگز حیلہ اسقاط کو حرام و بدعت نہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین ٥ فقط والسلام مع الاکرام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسبیحاتِ نجات

سراج الفقہاء، امام الائمہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
میں نے رب العزت کو خواب میں ننانوے مرتبہ دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا اگر ایک مرتبہ پھر دیکھنا نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ قیامت کے دن تیرے عذاب سے تیری مخلوق کیسے نجات پاسکتی ہے؟ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا خواب میں سوویں مرتبہ دیدار کیا تو میں نے عرض کیا۔ اے میرے رب تیری ثناء عظیم ہے اور تیرے اسماء مقدس ہیں۔ قیامت کے دن تیرے عذاب سے تیرے بندے کیسے نجات پاسکتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو صبح و شام یہ تسبیحات پڑھے اس نے میرے عذاب سے نجات پائی۔

(فتاویٰ شامی، جلد اول صفحہ نمبر ۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ط سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ط سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ط سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ط سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَآءٍ جَمَدٍ ط سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاهُمْ عَدَدًا ط سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا ط سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ط سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ط

Print by : JAMEEL BROTHERS 0332-2316945